دیا جاتا، تو اس سے زیادہ بہتر ہوتا،

المتوسط:- مترجمہ جناب مولوی احمد اللہ صاحب منشی فاضل و مولوی عالم تقطیع بڑی، ضخامت .. صفحے، کاغذ، کتابت و طباعت، بہتر قیمت مرقوم نہیں، پتہ:- مصنف سوباجی گوڑہ حیدرآباد دکن،

امام ابو شجاع تقی الدین شافعی کے رسالہ المختصر یا غایۃ الاختصار کے ترجمہ پر ستمبر کے معارف میں تبصرہ ہو چکا ہے، اس کی بہت سی شرحیں بھی لکھی گئیں، ان میں امام شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن قاسم غزی المتوفی ۹۰۰ھ کی شرح فتح القریب المجیب بہت مشہور و مقبول ہوئی اصل متن کے ترجمہ کے بعد اب اس کے لائق مترجم نے فتح القریب کا ترجمہ المتوسط کے نام سے شائع کیا ہے، اور شیخ ابراہیم بجوری کے حاشیہ اور دوسری فقہی کتابوں سے جابجا ضروری اضافے بھی کئے ہیں، اس کا خاص لحاظ رکھا ہے کہ اصل و متن دونوں الگ الگ معلوم ہوں، اور ان میں ربط و تسلسل قائم رہے، اس کتاب میں جیسا کہ غایۃ الاختصار کے تبصرہ میں لکھا جا چکا ہے، روزانہ زندگی سے متعلق تمام ضروری مسائل موجود ہیں، ترجمہ صاف اور سلیس ہے، اور شوافع کے علاوہ دوسرے مذاہب کے اشخاص کے بھی مطالعہ کے لائق ہے،

سیر صوات از جناب حکیم محمد یوسف صاحب حفروی فاضل جامع ازہر، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۱۲۰ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت:- ۱۲/ علاوہ محصول ڈاک، پتہ:- اکسیرات ہند دواخانہ نمبر ۶/ ۹ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ،

صوات صوبہ سرحد کے نواح میں ایک چھوٹی سی نیم خود مختار اسلامی ریاست ہے، اس کا رقبہ چار ہزار مربع میل اور آبادی پانچ لاکھ ہے، مصنف کتاب صوبہ سرحد کے باشندے اور کلکتہ کے نامور طبیب ہیں، انھوں نے حال میں صوات کا سفر کیا تھا، سیر صوات اسی کا سفرنامہ ہے، اس کا بڑا حصہ راہ کی دشواریوں سفر کی صعوبتوں، راستہ کے مناظر کے حالات، میزبانوں کی فیاضیوں، صوات کے حاکم و عہدہ داروں اور اہل صوات کی خوش خلقی و میزبانی کی تفصیلات و مدح و ستایش پر مشتمل ہے، بقدر ضرورت ریاست کے انتظامی و تمدنی حالات بھی ہیں، کتاب دلچسپ اور انداز بیان شاعرانہ اور اس لحاظ سے قابل قدر ہے، کہ ایک غیر معروف اسلامی ریاست کے حالات قلمبند ہوگئے،

"م"

جلد ۵۶ ماہ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۴۵ء عدد ۶

مضامین

شذرات

خدا کا شکر ہے کہ راقم الحروف کو مزید صحت حاصل ہو رہی ہے، اور یہ سب محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو میرے گمان میں دوستون کی مخلصانہ دعاؤن کا اثر ہے، ان سب احباب کا دلی شکریہ کہ انھون نے اپنی محبت سے اس خادم کو نوازا، اور اپنی دعاؤن مین اس کو یاد رکھا، فجزاھم اللہ خیرًا

عجیب بات ہے کہ لڑائی تو ہوئی عیسائی قومون مین، مگر اس لڑائی کے خاتمہ پر اس کا خمیازہ مسلمان قومون کو بھگتنا پڑ رہا ہے، ٹرکی سے ارمنستان کے دو شہر، اور ایران سے آذربائیجان کا باقی صوبہ روس کو جا چکا، جاوا اور سوماترہ کے مسلمان انگریزی سنگینون کے زور سے پھر سے ہولینڈ کے تابع بنائے جا رہے ہین فلسطین مین امریکہ اور انگلینڈ کی مدد سے یہود کی ریاست کا انتظام درپیش ہے، شام اور لبنان مین فرانس پھر سے اپنا قبضہ جمانا چاہتا ہے، شمالی افریقہ مین آزادی خواہ عربون کو قید و بند اور پھانسی کی سزائین مل رہی ہین، افریقہ مین نائجیریا کی اسلامی ریاست اصلاحات کے مطالبہ سے بھی محروم بنائی جا رہی ہے، اور مصر ابھی تک انگریزی فوجون سے خالی نہین ہوا ہے، کیا یہ صورتِ حال بر عظیم وار مسلمان کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہین،

پچھلے مہینہ کلکتہ مین ایک نئی جمعیۃ علمائے اسلام کی بنیاد پڑی ہے جہان تک اس کے مطبوعہ نظامنامہ کا تعلق ہے، وہ بڑی اہمیت کی مستحق ہے، اور اوس سے بہت کچھ توقعات قائم کی جا سکتی ہین، لیکن کاش یہ معلوم ہوتا کہ صرف کوئی ہنگامی محرک تو اس ساری گردش افکار کا محور نہین ہے، ان کامون کے لئے ضرورت ہے چند جانباز مخلصون کی جو انکے نصب العین کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لین، اور پیہم سرگرمیون سے اپنے وجود کا یقین دلا دین، ورنہ سیاسی تماشون مین ایسے سوانگ بہت دیکھنے مین آئے ہین، جمعیت کو ثابت کرنا چاہئے کہ وہ ایسی نہین، اور اس سے جو توقعات قائم کیجاتی ہین، وہ پوری ہون گی، اور وہ متبوع ہو کر رہے گی تابع نہین،

آج کل مسلمان اہلِ سیاست مین علمار کو برا بھلا کہنے کا عام رواج ہو رہا ہے، اب علمائے جمعیت علمائے اسلام نے ہمت کر کے اُن کی تائید مین آواز بلند کی ہے، اور اب یہ نہین کہا جا سکتا کہ علماء عمومًا مسلمانون کی موجودہ انگریزی سیاست سے علیحدگی برت رہے ہین تو کیا اب یہ امید کی جائے کہ ہمارے دوستون کے گذشتہ طرزِ عمل مین کوئی تبدیلی ہو گی، کسی قوم کی حالت کا اس سے زیادہ بُرا منظر اور کیا ہوگا، کہ اس کا زیادہ دلچسپ مشغلہ غیبت بدگوئی اور باہمی طعن و طنز ہو،

اس زمانہ مین جب الکشن کا بازار گرم ہے، سیاسیات نے قومی اور تعلیمی و علمی ادارون کو بھی اپنے ساتھ الجھا لیا ہے، لیکن یہ صورتِ حال خود ان تعلیمی و علمی ادارون کے لئے موزون نہین، یہ ادارے وہ کارخانے ہین جن کے سپرد قوم کے دماغون کی تیاری کا کام ہے، اگر گولہ بارود بنانے والے کارخانون کے مزدور اور جنگی تربیت گاہون کے معلم بھی فوج مین بھرتی ہو جائین، تو کیا ایسی قوم جو تقسیم عمل کے اصول سے اس طرح اعراض برت رہی ہو، کبھی لڑائی کے سلسلہ کو کامیابی کے ساتھ جاری رکھ سکتی ہے،

مجلس دار المصنفین بھی ایک علمی ادارہ ہے، اس ادارہ مین بھی طرزِ سیاست کے لحاظ سے لوگ مختلف الخیال ہین، تاہم ہمارے ارکان مجلس اس باب مین متحد ہین کہ ادارہ کو سیاسیات کے الجھاؤ سے پاک رکھا جائے، اور اس کو عملی سرگرمیون کا بازیچہ نہ بنایا جائے، خصوصًا ایسی حالت مین جب مسلمانون کی اکثریت ایک طرف ہے، خطا و صواب اپنی جگہ پر، لیکن اکثریت کی رائے کو آسانی سے نظرانداز نہین کیا جا سکتا، خصوصًا اُس وقت جب اس مین بعض مصالحِ اسلامیہ کا پرتو بھی نظر آتا ہو، اور ایسا ہی دوسرا فریق بھی اپنے نظریے کے متعلق یہی خیال رکھتا ہے اور فریقین اپنے دلائل پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہین،

امسال تاریخ اسلام کے سلسلہ کی ایک نئی جلد اور تیار ہو گئی ہے، انشاء اللہ اس مہینہ کے آخر تک چھپ جائے گی، اس جلد پر عباسی تاریخ کا سیاسی حصہ پورا ہو جائے گا، اور اس کے بعد اس کا علمی و تمدنی حصہ رہ جائے گا، جو زیرِ تالیف ہے، اس کے بعد اسپین و افریقہ کی سلطنتون کے حصے شائع ہون گے،

تاریخ ہند کے جو حصے تیار ہیں، اُن میں سے تاریخ سندھ اگلے سال کے مطبوعات مین شامل ہوگی، یہ حصہ انشاء اللہ تعالیٰ اس سرزمین کی اسلامی تاریخ کے متعلق بہت سے نئے معلومات پر مشتمل ہوگا،

———

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا حصہ بہت دنون سے ختم ہوگیا ہے، اس پر نظرِ ثانی بھی ضروری تھی، بحمد اللہ کہ اس سے فرصت ہوگئی، اور اب کتاب پریس مین ہے، اور اس کی چھپائی کا کام بھی شروع ہوگیا ہے، اسی طرح سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بھی نظرِ ثانی کی گئی ہے اور وہ بھی زیرِ طبع ہے،

———

زمانہ کے حالات کو مدنظر رکھ کر ضرورت تھی کہ اردو زبان مین فقہی مسائل کی ایک مستند کتاب ترتیب دی جائے، چنانچہ اس ضرورت کو پیش نظر رکھ کر اس کام کا آغاز کیا گیا ہے، اور اس کی کتاب الطہارۃ تقریباً ڈیڑھ سو صفحون مین مرتب ہو چکی ہے، خدا کرے کہ یہ سلسلہ پوری احتیاط کے ساتھ انجام کو پہنچے، تو مسلمانون کی ایک بڑی ضرورت پوری ہوگی،

———

راقم الحروف اس وقت چند ماہ کے لئے اپنے مرکز دار المصنفین سے دور ہے، اس لئے احباب کے خطوط کے جواب مین تاخیر ہوتی ہے، اور ہوگی، امید ہے کہ احباب اپنی محبت سے اس تکلیف کو برداشت کرین گے اور معذور سمجھین گے،

———

مقالات

مسئلہ سود مسلم و حربی مین

از

جناب مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ

(۲)

اختلافی دوائر مین پیش کرنے والے جس چیز کو بار بار پیش کرتے ہیں وہ صرف ربوا والی آیتین یعنی لا تاکلوا الربوٰا یا واکلھم الربوا وقد نھوا عنہ وغیرہ ہیں، حالانکہ اب مین کیا عرض کرون مجھے تو یہ ایسی بات نظر آتی ہے کہ ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ پانی حلال ہے اس سے اختلاف کرنے والے اپنی تائید مین انما الخمر الآیۃ یعنی ان آیتون کی تلاوت شروع کر دین جن مین شراب کی حرمت کا اعلان کیا گیا ہے آخر جب بار بار کہا جا رہا ہے کہ جس چیز کا مالک اس مسلمان کو گردانا جا رہا ہے، وہ نہ ربوا ہے، اور نہ اس کے ربوا ہونے کی کوئی وجہ ہے، بلکہ ایک غیر معصوم مباح مال ہے جس پر خیانت اور غدر کے بغیر دینے والے کی رضامندی سے اس مسلمان کو قبضہ حاصل ہوا ہے، مگر لوگ ہین کہ مسلسل اسی ربوا والی قرآنی آیتون کو دہراتے چلے جاتے ہین، اوّلاً اس مسئلہ کا ربوا والی صورت سے کوئی خصوصی تعلق بھی نہین ہے، بیسیون شکلین مثلاً قمار یا شراب یا میتہ وغیرہ وغیرہ جیسے عقود فاسدہ مین سے ایک ذیلی جزئی درجۂ شکل ربوا کی بھی ہے، لیکن اس باب مین تمام دوسری چیزون سے قطع نظر کر کے اچانک لوگون کا یہ پھیلا دینا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک (العیاذ باللہ) ربوا کی ایک خاص شکل حلال بھی ہے، گویا اس مسئلہ کا اوّل بھی یہی ہے، اور آخر بھی یہی ہے، اور جب پوچھا جاتا ہے کہ اس قسم کے فتویٰ کی جرأت قرآن کے مقابلہ مین ان کو کیون ہوئی، تو یہ جانتے ہوئے کہ نص قرآنی مین کسی قسم کے اضافہ کو امام ابوحنیفہ ناجائز

کی بنیاد پر بھی جائز قرار نہین دیتے جنھین خبر احاد کہتے ہین، خواہ وہ صحت کے کسی درجہ پر ہون، لیکن اطمینان سے مکحول والی روایت پیش کرنے والے پیش کر دیتے ہین، ایسی روایت جس کے متعلق دوسرون ہی کی کتابون مین نہین، خود حنفی مذہب تک کی کتابون مین اس قسم کے الفاظ پائے جاتے ہین،

قال ابن العز قال فی المغنی	ابن عز نے کہا ہے کہ المغنی مین لکھا ہے
هذا خبر مجهول لم یرو فی	کہ مکحول والی یہ روایت مجہول روایت ہے،
صحیح ولا مسند ولا کتاب	نہ کسی صحیح حدیث کی کتاب مین اس کا پتہ
موثوق به وهو مع ذلك	ہے، اور نہ کسی مسند مین، نہ کسی ایسی کتاب
مرسل محتمل،	مین، جس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہو، باوجود
	اس کے بجائے خود یہ روایت مرسل ہے
	(یعنی تابعی نے صحابی کو چھوڑ کر براہ راست
(حاشیہ سعدی چلپی علی العنایہ شرح الہدایہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اُسے
ص ۳۸ بر فتح القدیر ج ۵ مطبوعہ مصر)	منسوب کر دیا ہے)

یہ بھی کہا جاتا ہے اور کہا بھی کیا جاتا ہے، دیکھا جا رہا ہے، جس کا جی چاہے دیکھ سکتا ہے، کہ اس قسم کے مسائل مین حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عموماً اسی پہلو کو اختیار کرتے ہین، جس مین زیادہ احتیاط ہو، العمل بالاحوط تقریباً ان کے اجتہاد کا ایک محوری اصول ہے لیکن جس مسئلہ مین اب کیا کہئے وہ زیادت علی الکتاب اور العمل بالاحوط اپنے دونون مسلمہ اصول سے ہٹ گئے، وہ قرآن کا وہی جرم تھا جس سے زیادہ دھمکیان کسی دوسرے جرم مین اس کتاب مین نہین دی گئی ہین،

لوگ اتنا بھی نہین سوچتے کہ اس زمانہ کے مولوی اگر امام صاحب ہوتے، تو شاید کہا بھی جا سکتا تھا، کہ سود خوار اقوام کے ربائی شکنجون مین اپنی قوم کو دیکھ کر ہو سکتا ہے کہ ان کا دماغ بے قابو ہو گیا اور مسلمانون کی معاشی پریشانیون نے اس عجیب و غریب اجتہاد پر ان کو شاید ابھار دیا تھا، لیکن بحمد اللہ امام والا مقام کا عہد تو مسلمانون کا زرین عہد تھا، عالمی معاشیات کی کلید تو اس وقت انہی مسلمانون کے ہاتھون مین تھی جنھون نے صرف وعظ و تقریر ہی سے نہین، بلکہ حکومت اور فوج کی قوت سے سود خواری کی خونخوار رسم کو کم از کم ان تمام ممالک مین مٹا دیا تھا، جو ان کے زیر اثر تھے، پھر خواہ مخواہ

باوجود سود اور ربوا ہونے کے اس کے جواز کا فتویٰ دینے کی امام کو ضرورت ہی کیا تھی؟ پس واقعہ وہی ہے کہ امام نے جس چیز کی حلت وجواز کا فتویٰ دیا ہے، وہ سرے سے ربوا ہی نہین ہے، اسی طرح ربوا نہین ہے، جیسے مولانا ظفر احمد صاحب بھی تسلیم فرماتے ہین کہ لا ربوا بین العبد والمولی ربوا نہین ہے[1]، ربوا کی متعلقہ قرآنی آیات جن سے مطلق ربوا کی حرمت ثابت ہوتی ہے، ابن ہمام نے ان ہی کی طرف اور ان کی اطلاقی کیفیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بالکل صحیح بات لکھی ہے، کہ

المطلقات مراد بمحلها المحظور	مطلق ربوا کی ممانعت والی آیتوں کا
بحق لمالکه	تعلق صرف ان ہی اموال تک محدود
	ہے جن پر تصرف اسلئے ممنوع ہے کہ ان کے مالکون
(ص ۱۳۰ ج ۵ فتح القدیر)	کا حق اس سے مانع ہے،

یعنی امام کے مذکورہ بالا فتویٰ کی وجہ سے حرمت ربوا کی مطلق آیتون کی اطلاقیت قطعاً متاثر نہین ہوتی، کیونکہ ان کا تعلق ان ہی اموال سے ہے، جن پر ان کے مالکون کے کسی حق کی وجہ سے نہ قبضہ کرنا درست ہے، اور نہ ان مین تصرف کرنا، اور یہان جس مال کے متعلق یہ فتویٰ دیا گیا ہے وہ غیر معصوم مال ہے، البتہ معاہدے کی وجہ سے ایک عارضی حظر اور ممانعت کی کیفیت اس مین بھی پیدا ہو گئی ہے، سو رضامندی کی وجہ سے ان کا بھی ازالہ ہو گیا، خلاصہ یہ ہے کہ الربوا سے اس کو خارج کرنے کی ضرورت تو اس وقت ہوتی، جب اس مین وہ داخل بھی ہوتا، بجنسہ یہی حال یہان بھی ہے، جیسے غنیمت و فئی وغیرہ کے اموال

لا تاکلوا اموالکم بالباطل،	مت کھاؤ باہم اپنے اموال باطل (ذریعہ سے)

کے نیچے داخل ہی نہین ہین، اسی لئے ایک کا کھانا حرام ہے، اور دوسرے کے متعلق قرآن ہی نے

فکلوه حلالًا طیبًا،	پس کھاؤ اس کو حلال اور طیب سمجھتے ہوئے،

---

[1] مولانا نے یہ فرق جو پیدا کیا ہے، کہ غلام کا مال آقا غلام کی رضامندی کے بغیر لے سکتا ہے، لیکن حربی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر نہین لے سکتا، لیکن کیون نہین لے سکتا؟ گذر چکا کہ معاہدۂ امن مانع ہے، افسوس ہے کہ اپنے پورے مضمون مین اس رضا مین جس کی ضرورت غدر و خیانت سے بچنے کے لئے پیش آتی ہے اور اس رضا مین جو مال معصوم کے مالک کے لئے ضروری ہے فرق نہیں فرمایا، نشان مٹ گیا، اور پھر اسی کو بنیاد بنا کر مولانا نے بحث شروع کر دی ۱۲ منہ

کا فتویٰ دیا ہے، رہا لفظ و صرف لفظ سے متاثر ہو کر کسی حلال چیز کو حرام سمجھ لینا، اب مین کیا کہون اس مین اور یہود کے اس معاملہ مین کیا فرق ہے، جس کے متعلق حدیثون مین آیا ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

قاتل اللہ الیھود ان اللہ حرم — تباہ کرے خدا یہود کو، اللہ نے مردار

علیھم شحومھا فاجملوہ ثم — چیزون کی چربی ان پر حرام کی تھی تو

باعوہ ثمنہ فاکلوہ، — تو اس چربی کو جما کر یہ یہودی اُسے

(صحاح) — بیچنے لگے، اور اس کا دام کھانے لگے،

کہ صرف نام بدل کر حرام کو حلال کر لیتے تھے، میرے نزدیک تو اس مین اور کسی حلال کو چیز نام کی وجہ سے حرام قرار دینے مین کوئی فرق نہین ہے، امام مالک نے اسی غلط اسمی تاثر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دریا کے اس جانور کے متعلق جسے لوگ بحری خنزیر کہتے تھے، فرمایا تھا،

انتم تسمونھا خنزیراً — تم لوگون نے اس کا نام خنزیر (سور) رکھ دیا ہے،

واقعہ تو یہ ہے کہ اب تک جو کچھ اس مسئلہ مین عرض کیا جا چکا ہے، حضرت امام کے مسلک قویم کی وضاحت و تفہیم کے لئے وہی کافی ہے، لیکن ان قرآنی بینات مثلاً

ان اللہ بریٔ من المشرکین — مشرکین سے بری ہے اللہ بھی اور

ورسولہ، (البرأة) — اللہ کا رسول بھی،

اور وہ ساری آیتین جن سے اغتنام اور غیر معصومہ اموال کے احکام پیدا ہوتے ہین، یا اس قسم کی حدیث یعنی

عصموا منی اموالھم ودمائھم — معصوم ہو جاتا ہے مجھ سے (ان غیر مسلم اقوام) کا مال اور ان کی جان،

اور اسی کے مفاد کو ادا کرنے والی دوسری صحیح حدیثین جن پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتویٰ کی بنیاد قائم ہے بجائے خود ان کا کافی ذخیرہ کتاب و سنت سے اکٹھا کیا جا سکتا ہے، لیکن اس مسئلہ مین علاوہ ان کلی نصوص و آثار کے تفصیلی شواہد و مؤیدات بھی کچھ کم نہین ہین، مولانا ظفر احمد صاحب

جیسے صاحب بصیرت و خبرت کے قلم سے ان الفاظ کا نکلنا حیرت انگیز ہے، یعنی آپ فرماتے ہین،

"امام ابو حنیفہ کے پاس بجز ایک ضعیف حدیث یا ضعیف قیاس کے کوئی بھی قوی دلیل نہین"

اصل بحث سے فارغ ہونے کے بعد مین چاہتا ہون کہ ان شواہد کو بھی پیش کر دون،

(۱) سب سے پہلی چیز اس سلسلہ مین خود قرآن ہی کا اشارہ ہے، مطلب یہ ہے کہ تحریم ربوا کے ساتھ ایک طرف تو

ذروا ما بقی من الربوا، (بقرہ) — چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود سے

کا حکم دیا گیا، لیکن اسی کے ساتھ قرآن ہی مین

فلہ ما سلف، — پس سود لینے والے کے لئے رہ گیا اس سود کا وہ حصہ جو پہلے لیا جا چکا ہے،

کا فتویٰ بھی موجود ہے، جس کا مطلب یہی ہوا کہ سود کی جتنی رقم لوگ وصول کر چکے تھے، ان کا مالک لوگون کو اس آیت نے بنا دیا، سوال یہ ہے کہ خرچ کرنے والون نے جو کچھ خرچ کر دیا، اس کو تو جانے دیجئے، لیکن جن لوگون کے پاس وصول شدہ رقوم سود کی ابھی موجود نہین کیا اس کی واپسی کا حکم نہین دیا جا سکتا تھا، اور اگر دیا جاتا تو اس حکم کی تعمیل مین کیا دشواری تھی، ٹھیک شراب کا جو حال ہوا کہ آیندہ سے تو خیر لوگ تائب ہی ہو گئے، لیکن جن کے گھرون مین شراب کے ذخیرے موجود تھے، ان کا پینا بھی لوگون پر چونکہ حرام کر دیا گیا تھا اس لئے کہتے ہین کہ ہر گھر سے مدینہ مین اتنی شراب بہائی گئی، کہ گلیون مین نہر بہتی تھی، لیکن سود کے معاملہ مین یہ طریقہ اختیار نہین کیا گیا، بلکہ جن کے پاس وصول شدہ رقوم سود کی موجود تھیں بجائے واپسی کے ان رقوم کا ان کو مالک ٹھہرایا گیا، سوال یہ ہوتا ہے کہ کیون ٹھہرایا گیا، امام ابو حنیفہ کے اصول پر اس کا جواب آسان ہے، کہ تحریم ربوا سے پہلے جن رقوم پر لوگون نے قبضہ کر لیا تھا، وہ ایسی رقمین تھین، جن پر اس وقت قبضہ کرنا حرام نہ تھا، اور قبضہ کی وجہ سے وہ اس کے مالک ہو چکے تھے، لیکن تحریم کے بعد ایک ایسے مال پر قبضہ کرنا ہوتا، جو مسلمانون کے لئے اب حرام ہو چکا تھا، ظاہر ہے کہ اس سے وہی اصول پیدا ہوتا ہے جس کی بنیاد پر مذکورۂ بالا شکل مین اس مستامن مسلمان کے لئے مال مقبوضہ کو حلال قرار دیا گیا تھا، یعنی معاہدۂ امن کی وجہ سے غیر معصوم مال پر بلا رضامندی کا قبضہ ناجائز تھا، لیکن رضامندی نے حرمت کی وجہ کا ازالہ کر دیا، اب جائز ہو گیا، فرق دونون مین اگر کچھ ہے تو صرف تقدم

دتا خرکا قرآن والے فتوی مین حرمت سے پہلے قبضہ کیا گیا تھا، اور حرمت کی کیفیت بعد کو اس مال پر طاری ہوئی، اور امام والے فتوی مین حرمت کی کیفیت معاہدے کی وجہ سے پہلے طاری تھی، اور رضامندی کے ثبوت کے بعد جواز کی کیفیت اس مین پیدا ہوگئی،[۱]

(۲) قرآن کے بعد اب آیئے بخاری شریف اٹھایئے، نکالئے فتح مکہ والی مشہور حدیث جس مین یہ فرماتے ہوے کہ

ان کل الربا کان فی الجاھلیۃ فھو موضوع،	قطعًا ہر قسم کا سود جو جاہلیت مین تھا، وہ ساقط کردیا گیا،

سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سود کے متعلق یہ اعلان فرمایا،

اول ربا یوضع ھو ربا العباس ابن المطلب،	سب سے پہلے سود کی رقم جس کی ساقط کی جاتی ہے، وہ عبد المطلب کے بیٹے عباس کی ہے،

مشکل الآثار مین امام طحاوی نے بدلائل یہ ثابت کرنے کے بعد کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح خیبر سے پہلے مسلمان ہوچکے تھے، اور یہ کہ ربا کا حکم فتح خیبر یا فتح خیبر سے پہلے نازل ہوچکا تھا پہلے دعوی کے ثبوت مین حجاج بن علاط صحابی کی مشہور روایت پیش کی ہے، جو فتح خیبر کے بعد مکہ اپنے اہل و مال کی خبر گیری کرنے

[۱] فقہائے احناف نے مذکورۂ بالاآیت کے اس پہلو کی طرف حالانکہ اشارے کئے ہین خصوصًا شمس الائمہ سرخسی نے شرح سیر کبیر مین لیکن مولانا ظفر احمد صاحب نے بجائے تائید کے اسی سے حنفی مسلک کی تردید محض اس بنیاد پر نکالنی چاہی ہے، کہ مسلم و حربی والے قصہ مین ملک کی وجہ اخذ و قبض نہین، بلکہ ان کے خیال مین شاید عقد ہے، اسی لئے فرماتے ہین کہ حلال معاملہ سے جو حق واجب ہوا، حالانکہ یہان سرے سے معاملہ ہی نہین منعقد ہوتا، چہ جائیکہ اس کی وجہ سے حق کیا واجب ہوگا، معاملہ تو صرف رضا کی دلیل بن کر ختم ہوجاتا ہے کما فصلتہ آنفا اس کے بعد اب مولانا فرمائین کہ وصول شدہ سود کی رقم جسے وصول کرنے والے ابھی نہین خرچ کر پائے تھے، اس کے مالک وہ کیون بنائے گئے، امام کے مسلک سے ہٹنے کے بعد اس سوال کا بھی کوئی جواب،

آئے تھے، جس میں حضرت عباس رض کے متعلق یہ تصریح خود ان ہی کی زبانی ہے کہ اس زمانہ مین وہ مشرف باسلام ہوچکے تھے، اور دوسرے دعوی کے ثبوت مین فضالہ بن عبید والی روایت کو پیش کیا ہو جس مین انھون نے بیان کیا ہے کہ فتح خیبر کے موقع پر ایک ہار بھی مال غنیمت مین تھا جس مین سونا بھی شریک تھا، وہ ہار بیچنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہار کو توڑ کر حکم دیا کہ سونے کو الگ نکال کر فروخت کیا جائے جس سے معلوم ہوا کہ خیبر جس زمانہ مین فتح ہوا ربوا اس زمانہ مین حرام ہوچکا تھا، ان دو مقدمات کے بعد طحاوی نے پوچھا ہے کہ حضرت عباس رض کے سود کو جاہلیت کے اقتدار کے زوال کے بعد یعنی فتح مکہ کے بعد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساقط کیا، اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے، کہ اس سے پہلے حضرت عباس رض کا سود لوگون سے ساقط نہین ہوا تھا، اور آج ان کے سود کو ساقط کیا جارہا ہے، اب کھلی ہوئی بات ہو کہ فتح خیبر کا واقعہ آٹھوین ہجری مین پیش آیا، جس کے یہی معنی ہوئے کہ سود آٹھوین سے پہلے مسلمانون پر حرام ہوچکا تھا، پس اگر سود کا حکم عام ہوتا یعنی اسلامی علاقہ اور جاہلی علاقہ دونون مین اس کی حرمت کی ایک ہی نوعیت ہوئی تو حضرت عباس رض کا سود فتح خیبر سے پہلے ساقط ہوچکا تھا، اور جو چیز ساقط ہوچکی تھی، پھر اسی کو فتح مکہ کے بعد ساقط کرنے کے کیا معنی ہوسکتے ہین، وہ لکھتے ہین :-

انہ لا یخلو ربا العباس الذی ادرکہ وضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ربا الجاھلیۃ من احد وجھین اما ان یکون اصلہ کان قبل تحریم الربا ثم طرء علیہ تحریم الربا او کان فی حال تحریم الربا فان کان بعد ذلک التحریم فی ھذین الوجھین فی دار الھجرۃ و فی دار الحرب فانہ یجب ان یبطل فی ای الاماکن کان من دار الحرب و من دار الاسلام	حضرت عباس رض والے اس سود اور ایام جاہلیت کے سود کے متعلق جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساقط فرمایا، دو ہی باتین ہوسکتی ہین، یعنی سود کے حرام ہونے سے پہلے سود کے وہ رقوم چڑھے تھے، اور اس کے بعد سود حرام کیا گیا، یا جب سود حرام ہوچکا تھا، اس زمانہ مین سود کے رقوم لوگون پر واجب ہوئے تھے، اب اگر یہ مانا جائے کہ سود کی حرمت کا حکم دار الاسلام اور دار الحرب مین ایک ہی تھا، تو پھر چاہئے تھا کہ سود حرام ہوجاتا ہر علاقہ

وبعد تحريم الربا فهو ابطل،

میں خواہ دار الاسلام ہو یا دار الحرب، اور اگر سود کے حرام ہونے کے بعد یہ رقوم لوگوں پر چڑھائے گئے تھے، تو ان کا باطل اور ساقط ہونا اور بھی ضروری ہے، (یعنی اسلام جب ہر جگہ سودی کاروبار کو حرام ٹھہرا چکا تھا، تو اب سود کی راہ سے کسی پر رقم واجب ہی کب ہو سکتی تھی)

(ج ۲ ص ۲۳۲)

بہرحال حضرت عباسؓ کا یہ سود جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زوال جاہلیت کے بعد ساقط کیا، اگر لوگوں پر حرمتِ سود کے حکم سے پہلے واجب ہوا تھا، تو چاہئے تھا کہ حکم کے نازل ہونے کے ساتھ وہ خود بخود ساقط ہو جاتا، اور اگر حکم حرمتِ ربا کے بعد یہ سود لوگوں پر ان کا چڑھا تھا، تو اس کے چڑھنے ہی کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے، اگر دار الاسلام اور دار الحرب دونوں میں سود کی حرمت کا ایک ہی حال تسلیم کیا جائے، اور جو چیز چڑھی ہی نہیں یعنی لوگوں کے ذمہ واجب ہی نہیں ہوئی، تو وہ ساقط کیا ہوگی، اسی سے اب انھوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں جو بات حضرت عباسؓ کے سود کے متعلق ارشاد فرمائی،

دل انه قد كان قائماً حتى وضعه	یہ بات دلالت کر رہی ہے کہ ساقط کرنے سے پہلے) وہ رقم لوگوں پر چڑھی ہوئی تھی، تا اینکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(ص ۲۳۳ تا ۲۳۴)

اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ

انه قبل وضعه اياه كان الربا فيه خلاف الربا في دار الهجرة،	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساقط فرمانے سے پہلے ربوا کا حکم (مکہ میں) اس کے برخلاف تھا، جو حکم اس کا دار الہجرت (یعنی مدینہ)

(ص ۲۳۴)

جس کی وجہ خود ہی وہ یہ بیان کرتے ہیں، کہ

لانه لو كان لما كان في دار الهجرة	کیونکہ اگر (مکہ) میں بھی اس کا حال وہی تھا

ما كان قائماً في حال من الاحوال بعد تحريم الربوا، لانه ان كان اصله في حال تحريمه كان غير ثابت، وان كان قبل تحريمه طرء عليه تحريمه و وضعه،	جو دار الہجرت میں تھا، تو سود کے حرام ہونے کے بعد پھر کسی جگہ پر سود کی رقم چڑھی باقی نہ رہتی، کیونکہ اگر سود کے حرام ہونے کے بعد سود کا معاملہ کیا گیا تھا تو سرے سے وہ چڑھتی ہی نہیں، اور اگر سود کے حرام ہونے سے پہلے لوگوں پر وہ رقوم واجب ہوئے تھے، تو حرمتِ سود کے قانون کے نزول کے بعد وہ حرام ہو کر خود بخود ساقط ہو جاتی،

(مشکل الآثار جلد ۴ ص ۲۴۲)

سیر کبیر اور اس کی شرح میں بھی اس دلیل کا ذکر کیا گیا ہے لیکن صحیح طور پر اس کا پتہ نہیں چلتا کہ امام محمد کی عبارت اس میں کتنی ہے، اور شارح نے اس پر کیا اضافہ کیا ہے، بہرحال جو عبارت اس کتاب میں درج ہے، اس میں تو شک نہیں کہ امام محمد کی اگر نہیں ہے تو شمس الائمہ کی ضرور ہے استناد کے لئے دونوں کافی ہیں، یہ لکھنے کے بعد کہ ایک دلیل اس کی حضرت عباسؓ والی یہ روایت بھی ہے، پہلے حضرت عباسؓ کے اسلام کے متعلق یہ لکھتے ہیں :-

وقد اختلف الناس في وقت اسلام العباس رضي الله تعالى عنه فقال بعضهم كان اسلم قبل وقعة بدر وقال بعضهم اخذ اسيراً يوم بدر فاسلم،	حضرت عباسؓ کب اسلام لائے؟ اس میں لوگوں کا اختلاف ہے، بعض لکھتے ہیں کہ واقعہ بدر سے پہلے ہی وہ مسلمان ہو چکے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ بدر میں گرفتار ہو کر جب وہ لائے گئے تب مسلمان ہوئے،

اس کے بعد کا فقرہ یہ ہے :-

ثم استاذن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الرجوع الى مكة فاذن له فكان يربي بمكة الى زمن الفتح	بہرحال (واقعہ بدر کے بعد) حضرت عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ واپس جانے کی اجازت چاہی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم

وقد نزلت حرمۃ الربا قبل ذٰلک الا ترى ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للسعدین یوم خیبر اربیتما فردا وقولہ تعالیٰ لا تاکلوا الربا اضعافا مضاعفۃ نزلت فی وقعۃ احد وکان ذٰلک قبل فتح مکۃ بسنین ثم لم یبطل علیہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم یوم الفتح شیئا من معاملاتہ الا مالم یتم بالقبض ؛

سود کی حرمت کا حکم فتح مکہ سے پہلے نازل ہوچکا تھا، تم کیا نہیں دیکھتے، کہ دونوں سعدون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے مقام پر فرمایا، تم دونوں نے سود کا معاملہ کیا، پس معاملہ کو توڑ دو اور یہ بھی معلوم ہے کہ قرآن کی آیت یعنی مت کھاؤ سود دونا دون (جس کا ترجمہ ہے) یہ احد کے واقعہ کے سلسلہ مین نازل ہوئی تھی، اور احد کا واقعہ ظاہر ہے کہ فتح مکہ سے چند سال پہلے واقع ہوچکا تھا، پھر فتح مکہ کے موقع پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کی رقوم مین سے انہی کو ساقط فرمایا، جن پر حضرت عباسؓ کا قبضہ نہیں ہوا تھا

یعنی وہی بات کہ جن اموال پر جاہلیت کے اقتدار کے زمانہ مین لوگ قبضہ کر چکے تھے، ان کے متعلق تو

فلہ ما سلف.

جس پر پہلے سے لوگ قبضہ کر چکے ہین،

وہ ان ہی کا ہے،

کا فتوی نازل ہوچکا تھا، البتہ غیر مقبوضہ اموال چونکہ زوال جاہلیت کے بعد اسلامی حکومت کی عصمت و حفاظت کے دائرے مین آگئے تھے، اس لئے قطعی طور پر ان کو ساقط کر دیا گیا، کہ ان کے تملک کی اس راہ سے کوئی صورت باقی نہیں رہی تھی، سیر کبیر مین مضمون کو ختم کرتے ہوئے لکھا ہے،

فتبین انہ یجوز عقد الرباء بین المسلم والحربی فی دار الحرب

پس کھل گئی یہ بات کہ مسلمان اور حربی مین سود جائز ہے، جب اس کا معاملہ

وان البقعۃ اذا صارت دار الاسلام قبل القبض فانہ یمتنع القبض بحکم ذٰلک العقد،

(سیر کبیر صفحہ ۲۲۵)

دار الحرب مین کیا جائے، لیکن جب وہی مقام اسلامی قلمرو مین داخل ہو جائے یعنی دار الاسلام بن جائے تو قبضہ جن پر نہین ہوا ہے، ان پر قبضہ کرنے سے لوگون کو روک دیا جائے گا، یعنی سود کے معاملہ کی وجہ سے اب کسی مال کے وہ مالک نہین [illegible]

(۳) تیسری دلیل جسے ہمارے فقہائے حنفیہ پیش کرتے ہین، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرط کا واقعہ ہے جو جنگ روم و ایران کے سلسلہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور مشورہ سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے لگائی تھی، جس مین جیت حضرت ابوبکرؓ کی ہوئی اور جتنے اونٹ اس سلسلہ مین حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ آئے تھے، کہتے ہین کہ ان کی تعداد سو تھی، بہرحال ان کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین وہ حاضر ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اونٹون کو صدقہ کر دینے کا حکم دیا، سیر کبیر مین امام محمد اس واقعہ کو نقل کر کے فرماتے ہین :-

لو کان ذٰلک حراما لما امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقامرھم علیہ ولو لم یملکہ بھذا الطریق ما امرہ ان یتصدق بہ

(ایضاً صفحہ ۱۲۹ ج ۳)

اگر یہ اونٹ جوے کے ذریعہ سے ان کے قبضہ مین آئے تھے، حرام ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے بازی لگانے کی ان اونٹون پر اجازت ہی نہین دیتے، اور اگر یہ اونٹ ان کی ملکیت مین نہ آتے تو ان کو صدقہ کرنے کا حکم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہین دیتے تھے،

شمس الائمہ نے اس پر تشریحاً ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے،

فعرفنا بھذا ان ذٰلک کان جائزا ولکن ندبہ الی التصدق شکر اللہ تعالیٰ علی ما اظھر من

پس اس سے ہم نے یہ بات جانی کہ اس قسم کا معاملہ جائز تھا، باقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو

صدقة

خیرات کرنے کا جو مشورہ دیا، تو اس لئے دیا گیا کہ خدا نے ابوبکر صدیق رض کی صداقت کو جو ظاہر فرمایا تھا، یہ اس کا شکریہ تھا،

(سیر کبیر ج ۳ ص ۱۷۹)

اس روایت کے متعلق رد و قدح کا جو طویل سلسلہ ہے، یہاں اس کے ذکر کی بظاہر ضرورت نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ غرض میری صرف یہی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے فتویٰ کے متعلق یہ خیال کہ ایک ضعیف روایت کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں ہے، صرف اس کا ازالہ مقصود ہے،

(۴) چوتھی دلیل بھی حدیث ہی ہے امام محمد ہی نے سیر کبیر میں اس کا ذکر فرمایا ہے، اشارہ ان کا ابن رکانہ کے اس واقعہ کی طرف ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرط لگا کر وہ کشتی لڑے تھے، تین دفعہ لڑے، اور تین دفعہ چت ہوئے، عرب کے وہ مشہور پہلوان تھے، اس شرط میں ان کی بھیڑ بکریوں کا جو گلہ تھا، ایک ایک تہائی حصہ اس کا وہ ہر کشتی میں ہار کر چلے گئے، جب اُن کے مال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ کر لیا تو امام محمد کا بیان ہے کہ ابن رُکانہ بولے،

ما وضع احد جنبی قط وما انت صرعتنی،

میرے پہلو کو زمین سے کسی نے نہیں لگایا، اور آپ نے بھی مجھے نہیں ٹپکا، (یعنی یہ ایک خدائی کرشمہ تھا)

یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ جیتا تھا، سب واپس فرما دیا، شمس الائمہ نے اس کے بعد لکھا ہے:-

لو کان ذلک مکروھا ما دخل فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

اگر یہ معاملہ ناجائز ہوتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرے سے اس معاملہ میں داخل ہی نہ ہوتے،

باقی واپس جو کر دیا تو اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں،

وانما رد الغنم علیہ تطولا منہ علیہ وکثیرا ما فعل ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع المشرکین یولفھم بہ

باقی بھیڑ بکریوں کو جیتنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر انہی کو جو واپس فرما دیا تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک مہربانی تھی، اور اس

حتی یومنوا،

(جلد ۳ صفحہ ۱۸۱)

قسم کی باتیں مشرکین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت کیا کرتے تھے، ان کے قلوب کو اسلام کی طرف مائل فرمانا

(۵) پانچویں دلیل اسی سلسلہ کی جسے ہمارے فقہاء نقل کرتے ہیں، بنی قینقاع اور بنو نضیر کے یہودیوں کا واقعہ ہے، جب ان کی جلاوطنی کا حکم ان کی شرارتوں کی وجہ سے صادر ہوا تو ان لوگوں نے یہ عذر پیش کیا کہ لوگوں پر ہمارا باقی بقایا رہ گیا ہے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

ضعوا وتعجلوا،

کچھ بقایا کو ساقط کرو، اور جانے میں جلدی کرو، (یعنی دس کی جگہ مثلاً پانچ ہی لے لو اور بھاگو)

شمس الائمہ اس واقعہ کے بعد لکھتے ہیں :-

ومعلوم ان مثل ھذہ المعاملة لا یجوز بین المسلمین فان من کان لہ علی غیرہ دین الی اجل فوضع عنہ بعضہ بشرط ان یعجل بعضہ لم یجز

(جلد ۳ - ص ۱۸۰)

اور یہ معلوم ہے کہ باہم مسلمانوں کے درمیان اس قسم کا معاملہ جائز نہیں ہے یعنی کسی کا دین اگر کسی پر باقی ہو تو جائز نہ ہوگا، کہ مدیون سے دیندار کہے کہ کچھ رقم تم ادا کر دو تو اس کے معاوضہ میں کچھ رقم کو میں چھوڑ دوں گا،

گویا اس میں بھی ایک شکل ربا کی پیدا ہو جاتی ہے، یعنی دس باقی تھا، اب اس کی جگہ پانچ اسی لئے لینا کہ مدت سے پہلے مقروض قرض ادا کر رہا ہے گویا دوسرے نتیجہ کو بلا معاوضہ ترک کیا گیا، یا یوں سمجھا جائے کہ دس کو پانچ سے بدل دیا گیا، معاوضہ میں زیادہ سے زیادہ وقت کی عجلت کو پیش کیا جا سکتا ہے لیکن طے ہو چکا ہے کہ سود کے باب میں زمانہ کی کوئی قیمت نہیں ہے، شمس الائمہ ہی نے لکھا ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں حضرت عمر رض اور حضرت زید رض اور ابن عمر رض عدم جواز کا فتویٰ دیتے تھے، نیز السرخسی نے اسی کی توجیہ دوسری جگہ ان الفاظ میں بھی کی ہے،

ان فیہ مبادلة لا صل الدراھم

(جلد ۳ ص ۲۲۹)

اس میں اصل دراہم کو اس سے کم دراہم سے بدل دینا ہے،

بہرحال ربوا کی ایک شکل یہ ضرور ہے، پھر شمس الائمہ نے جیسا کہ لکھا ہے

جوزہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب
فعرفنا انہ یجوز بین الحربی والمسلم	اس کو جائز قرار دیا تو ہم نے یہ جانا کہ مسلمان
ما لا یجوز بین المسلمین،	اور الحربی میں ایسے ایسے معاملات جائز
(ج ۳ ص ۱۸۰)	ہیں، جو خود باہم مسلمانوں میں جائز نہیں ہیں،

(۶) چھٹی دلیل وہی مکحول کی روایت ہے، یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے قدما کی کتابوں میں اس کا ذکر بہت کم کیا گیا ہے، مشہور اس روایت کو خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے، اور غالباً ان ہی کے واسطے سے یہ روایت احناف میں منقول ہوئی، قاضی ابو یوسف کے حوالہ سے امام شافعی بیان کرتے ہیں، کہ ان سے امام ابوحنیفہ نے یہ کہا تھا، کہ بعض بڑے بوڑھوں سے انھوں نے سنا کہ مکحول اُن سے یہ کہتے تھے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ

لا ربوا بین اھل الحرب،	اہل حرب کے درمیان ربوا نہیں ہے،

قاضی ابو یوسف کہتے ہیں کہ مجھے خیال آتا ہے، کہ اس کے بعد شاید اہل الاسلام کا لفظ وہ بولے تھے، بہرحال مشہور شافعی محدث علامہ بیہقی نے اپنی سند سے امام شافعی تک اس کو پہنچایا ہے، اور امام شافعی نے جس طرح اس کو روایت کیا ہے، اس کا قصہ آپ سن چکے، کوئی شبہ نہیں کہ سنداً اس روایت کے متعلق گفتگو کا بہت کچھ موقع ہے لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ان دلائل کی حیثیت شواہد و مؤیدات کی ہے، اور انداز سے معلوم بھی یہی ہوتا ہے، کہ حضرت امام ابوحنیفہ نے اسی حیثیت سے اس کو استعمال بھی فرمایا، خیال گذرتا ہے کہ اصلی کلیہ سے تو بیسیوں مسائل پیدا ہوتے تھے یعنی میتہ شراب خنزیر قمار وغیرہ سب ہی ان کے نیچے مندرج ہیں، منجملہ ان کے ایک شکل ربوا کی بھی تھی لیکن بہ نسبت اور دن کے ربوا میں چونکہ زیادہ اہمیت تھی، اس لئے بطور مزید تائید اور تشفی کے امام نے قاضی ابو یوسف کے سامنے اسے بھی دہرایا، کہ بعض بڑے بوڑھوں (مشیخہ) سے میں نے یہ بات سنی ہے جس سے اصل مسئلہ کی تائید ہوتی ہو، بہرحال کم از کم اتنا تو ماننا ہی پڑے گا کہ مکحول نے بیان کرنے والے پر بھروسہ ہی کرکے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہوگا، ورنہ کسی بادہوائی بات کو ظاہر ہے کہ مکحول جیسے ثقہ امام منسوب کرنے کی شکل ہی سے جرأت کر سکتے تھے، گویا مکحول کی مرسل روایت ہوئی سرخسی نے مبسوط میں اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے،

ھذا مرسل ومکحول ثقۃ والمرسل	یہ روایت مرسل ہے، اور مکحول ثقہ ہیں،
من مثلہ مقبول،	قاعدہ ہے کہ ثقہ کی مرسل روایت بھی قابل قبول سمجھی جاتی ہے،

آخر کچھ نہیں تو جو مسئلہ قرآن وحدیث کے بینات سے ثابت ہو رہا ہو، اس کی مزید تائید و تقویت بھی کیا اس سے نہیں حاصل ہوتی؟

پس بجائے خود آپ اس پر اعتماد نہ کریں لیکن دوسری دلیلوں کے ساتھ مل کر خود ایک دلیل یہ بھی کیا نہیں بن جاتی،

(۷) اس ساتویں دلیل کے ناقل بھی امام محمد ہی ہیں، سیر کبیر میں اس حدیث کو درج کرنے کے بعد یعنی

ان رجلا من اشجع جاء الی النبی	قبیلہ اشجع کا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فشکا الیہ	علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اپنی حاجت اور
الحاجۃ فقال اصبر ثم ذھب	ضرورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
فاصاب العدو غنیمۃ واتی	پیش کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو
بھا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کہا کہ ذرا صبر کر، اس کے بعد وہ آدمی چلا
فطیبھا لہ فانزل اللہ تعالیٰ	گیا، اور دشمن سے غنیمت کا مال اوس
ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا	نے حاصل کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ویرزقہ من حیث لا یحتسب	کے پاس اسے لے کر حاضر ہوا، آنحضرت صلی اللہ
	علیہ وسلم نے اس مال کو اس کے لئے پاک
	اور حلال قرار دیا تب قرآن کی آیت نازل
	ہوئی، جس کا ترجمہ ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا
	ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کشایش کی راہ
	کھولتے ہیں، اور روزی دیتے ہیں اس کو
	ایسی جگہ سے جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو

امام محمد اس کے بعد ارقام فرماتے ہیں :-

فهذا اصل علمائنا فيما يصيبه الواحد والمثنى من دار الحرب	دار الحرب سے کوئی مال کسی ایک یا دو آدمی کو مل جائے تو اس کے حلال ہونے کی ایک وجہ ہمارے علماء کے نزدیک ہے
(سیر کبیر ج ۳ ص ۸۵)	

یعنی دار الحرب کا یہ مال چونکہ غیر معصوم مال تھا، اس نے اسی قبضہ کرنے کے بعد اس کا مالک ہوگیا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے طیب ہونے کا فتویٰ دیا، بلکہ شانِ نزول کا جو قصہ بیان کیا گیا ہے اگر صحیح ہے تو خود قرآن میں بھی اس کو رزق لا یحتسب قرار دیا گیا ہے، اب اس سے زیادہ پاک چیز اور کیا ہو سکتی ہے،

(۸) ممکن ہے کہ دوسرے اسے دلیل نہ قرار دیں، لیکن امام محمدؒ کے قلم سے جب یہ الفاظ نکلے ہیں، یعنی حضرت عباسؓ کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے جو یہ لکھا ہے کہ اسلام لانے کے بعد حضرت عباسؓ

استاذن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلم في الرجوع الى مكة فاذن له فكان يربي بمكة الى زمن الفتح وقد حرم الربوا قبل ذلك،	مکہ واپس جانے کی (مسلمان ہونے کے بعد) حضرت عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت عطا فرمادی تب وہ مکہ میں فتح مکہ کے زمانے تک سودی کاروبار کرتے رہے، حالانکہ ربوا فتح مکہ سے پہلے حرام
(ص ۲۲۵)	

تو میں اس کو صحابی کا ایک اثر قرار دیتے ہوئے منجملہ دیگر دلائل کے ایک مستقل دلیل اس کو بھی سمجھتا ہوں، یعنی کہا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت امام کے فتویٰ کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہے، احادیث سے بھی ہوتی ہے اور آثار صحابہ سے بھی ہوتی ہے اور اگر صحابہ کے بعد ان کے دیکھنے والے تابعین کے قول و فتویٰ کو تائیدی دلائل میں لوگ شمار کرتے ہیں، تو لیجئے صحابہ کے بعد تابعی کا فتویٰ بھی لیجئے،

(۹) ابراہیم نخعی کے اسم گرامی سے کون ناواقف ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ ان کے سوا بھی بعض دوسرے صحابیوں کے دیکھنے والے ہیں، کہا تو یہاں تک گیا ہے کہ براہ راست بعض صحابیوں سے روایت بھی کرتے ہیں، کچھ بھی ہو، ان کی تابعیت میں شک کرنے اور امامت تو ان کی مسلم عند الکل ہی ہے، امام ابوجعفر طحاوی اپنی مسلسل سند سے راوی ہیں فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن العباس قال حدثنا علی قال حدثنا محمد بن الحسن قال حدثنا محمد بن ابان بن صالح عن حماد عن ابراهیم قال لا باس بالدینار بالدینارین فی دار الحرب بین المسلمین وبین اهل دار الحرب،	مجھ سے بیان کیا محمد بن عباس نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا علی نے، وہ کہتے ہیں مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن (امام) نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن ابان ابن صالح نے کہ حماد ابراہیم نخعی سے یہ روایت کرتے تھے کہ ابراہیم کہتے تھے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ دار الحرب میں ایک اشرفی سے دو اشرفیوں کا معاملہ مسلمان اور دار الحرب والوں سے کیا جائے،
(ص ۲۴۵)	

(۱۰) ائمہ اجتہاد و تفقہ کے اختلاف کو اپنی تائید میں جب مولانا ظفر احمد صاحب نے پیش کیا ہے تو یقیناً ان ہی ائمہ میں سے کسی ایسے امام کا اتفاق جو صرف تفقہ و اجتہاد ہی کا نہیں، بلکہ روایت اور حدیث کے حلقہ کا بھی امام ہو، ایسا امام کہ آج بخاری و مسلم جیسی حدیث کی صحیح کتابوں کی روایتوں کا ایک بڑا ذخیرہ محض انھی کے استناد پر قابلِ اعتماد سمجھا جاتا ہے، میری مراد حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، مشکل الآثار ہی میں طحاوی نے جہاں اس مسئلہ کو ابراہیم نخعی کا مذہب قرار دیا ہے، وہیں سفیان ثوری کے براہ راست شاگرد، محدث جلیل، عبداللہ بن المبارک کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس مسئلہ میں سفیان ثوری کا خیال بھی وہی تھا، جو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، طحاوی نے مندرجہ ذیل اپنی متصل سند کے ساتھ سفیان ثوری کے قول کو نقل کیا ہے،

حدثنا ابراهیم بن ابی داؤد وقال حدثنا نعیم قال حدثنا ابن المبارك عن سفیان بذلك	مجھ سے بیان کیا ابراہیم بن ابی داؤد نے، وہ کہتے تھے، مجھ سے بیان کیا نعیم نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا ابن المبارک نے کہ سفیان بھی یہی کہتے تھے،
(مشکل الآثار ص ۲۴۵ ج ۲)	

جس کے معنی یہی ہوئے کہ ائمہ اجتہاد میں سے صرف ان کے شاگرد محمد بن حسن الشیبانی ہی امام اعظم کے ساتھ نہیں ہیں، بلکہ ان کے ہمعصر و ہم وطن امام سفیان ثوری کا بھی یہی فتویٰ تھا، اور میں تو سمجھتا ہوں کہ مکحول والی

روایت کے مطابق انقطاعاً و اتصالاً ارسالاً و وقفاً جو بحث بھی چاہے، کی جائے لیکن خود مکحول تک تو اس روایت کا انتساب محل تردد نہیں ہے، پھر مکحول سے جب ان کی روایت اور اس حدیث کے خلاف کوئی فتوی منقول نہیں ہے، تو کیوں نہ سمجھا جائے کہ جس فتوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے کی وہ جرأت کر رہے تھے، خود اس کے مخالف وہ کیوں ہوں گے، بلکہ بجنسہ اسی بنیاد پر میں تو یہ بھی سمجھتا ہوں کہ حضرت امام ابو حنیفہ کے استاذ حماد بن ابی سلیمان کا مسلک بھی یہی ہونا چاہئے، وجہ اس کی یہ ہے کہ طحاوی نے ابراہیم نخعی کی طرف اس قول کو حماد ہی کے حوالہ سے منسوب کیا ہے یعنی حماد بیان کرتے ہیں، کہ اُن کے استاذ ابراہیم نخعی کا یہی قول تھا، سوچنے کی بات ہے کہ حماد کے استاد ابراہیم کا بھی اور حماد کے شاگرد امام ابو حنیفہ کا بھی جب یہی مسلک ہے، تو اس کے کوئی معنی ہو سکتے ہیں، کہ درمیان میں حماد اس کے مخالف ہوں گے اگر ایسی کوئی بات ہوتی یعنی حماد اس مسئلہ میں اپنے استاد اور براہ راست شاگرد سے مختلف خیال رکھتے، تو یقیناً بیان کرنے والے ایسے موقع پر اُسے ضرور بیان کرتے،

پس سچ پوچھئے تو میرے نزدیک امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذاتی اجتہاد سے اس مسئلہ کو پیدا بھی نہیں کیا ہے، بلکہ اگر کہا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ فقہ کوفہ کا بظاہر یہ ایک عام فتوی ہے، کیا ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری کے دائرے سے باہر کوفہ کی فقہ جا سکتی ہے،؟ یقیناً جاننے والوں سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ علمائے کوفہ کا مذہب ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری ہی پر عموماً منتہی ہوتا ہے،

مولانا ظفر احمد صاحب کا دعوی کہ

"امام ابو حنیفہ کے پاس بجز ایک ضعیف حدیث یا ضعیف قیاس کے کوئی بھی قوی دلیل نہیں"

---

[1] اگرچہ طحاوی نے مشکل الآثار میں اس فتوی کو مطلقاً بغیر کسی تفصیل کے سفیان ثوری کی طرف منسوب کیا ہو لیکن شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں بھی اور شرح سیر کبیر میں بھی سفیان ثوری کے فتوی کی جو تفصیل بیان کی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لا ربوا بین الحربی والمسلم میں المسلم سے مراد ان کے نزدیک فقط اس قسم کا مسلمان ہے جو بغیر کسی معاہدہ کے غیر اسلامی حکومت میں داخل ہو کر وہاں کے غیر مسلم باشندوں سے اس قسم کا معاملہ کرتا ہو، لیکن جو امن و امان کے ساتھ رہنے کا معاہدہ کر کے غیر اسلامی ملک میں داخل ہوگا یعنی مسلم مستامن کو اس کی اجازت نہیں دیتے تھے، بہرحال اتنی بات کہ الحربی والمسلم میں ربوا کا معاملہ بعض صورتوں میں ربوا اور سود باقی نہیں رہتا، اس کے قائل یقیناً سفیان ثوری بھی ہیں، اور اثبات مدعا کے لئے یہ کافی ہے،

اس دعوی کے مقابلہ میں غالباً ثلث عشرۃ کاملۃ یعنی امام کی تائید میں یہ دس دلیلیں سردست انشاء اللہ کافی سمجھی جائیں گی دلیلیں استفزادتسوذ دنا، کیونکہ جو دلائل اب تک پیش کئے گئے ہیں، عموماً یہ وہی ہیں جن کا تذکرہ فقہائے حنفیہ نے اپنی کتابوں میں کیا ہے، خود خاکسار ذاتی طور پر بھی اس مسئلہ کی تائید میں کچھ چیزیں اپنے پاس رکھتا ہے، لیکن ان کی بحث اگر چھڑ جائے گی تو بات بہت طویل ہو جائے گی، اس لئے بالفعل انہی دس باتوں پر قناعت کرتے ہوئے مولینا سے بادب دریافت کرتا ہوں کہ دلائل کو آپ تسلیم کریں یا نہ کریں لیکن یہ کہنا کہ ابو حنیفہ نے اس مسئلہ میں صرف ایک ضعیف حدیث یا ضعیف قیاس سے متاثر ہو کر اتنے اہم فتوی کی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے، کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے،

اور واقعہ تو یہ ہے کہ لفظ صرف لفظ ربوا سے متاثر ہو کر جس چیز کو خواہ مخواہ ربوا قرار دے کر اتنا ہنگامہ مچایا گیا ہے، جب معلوم ہو چکا ہے کہ سرے سے وہ ربوا ہی نہیں ہے، بلکہ اس ذیل کی ایک آمدنی مسلمانوں کی ہے، جس کے متعلق نکلوہ حلالاً طیباً کا فتوی خود قرآن میں دیا گیا ہے، اس کے بعد سچ پوچھئے تو مزید کسی دلیل کی حاجت ہی باقی نہیں رہتی، ابن ہمام کے حوالہ سے جیسا کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں یعنی اس مفہوم کو سمجھانے کے لئے کہ بظاہر جس چیز کو لوگ ربوا سمجھ رہے ہیں، وہ ربوا ہی نہیں ہے، اس کے لئے تو صرف مکحول والی روایت "لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب" ہی کافی ہے، کیونکہ بیان قرآنی نصوص جن میں مطلق الربوا کو حرام قرار دیا گیا ہے، ان کے اطلاق میں دست اندازی کر کے باوجود ربوا ہونے کے ربوا کی کسی شکل کے حلال ہونے کا (العیاذ باللہ) فتوی نہیں دیا جا رہا ہے، بلکہ قرآن کے اطلاق کو بالکلیہ اپنے حال پر قطعی طور سے محفوظ رکھتے ہوئے صرف اس واقعہ کا اظہار مقصود ہے، کہ مسلمانوں کی جس آمدنی کو لوگ غلطی سے ربوا سمجھ کر حرام قرار دیرہے ہیں، بتا دیا جائے کہ واقعہ میں نہ وہ ربوا ہے نہ حرام ہے، محض یہ بتانا کہ وہ حلال چیز کو تو حرام نہیں کہہ رہے ہیں، بلکہ واقعہ میں جو حلال ہے اسی کے حلال ہونے کا فتوی امام دے رہے ہیں، جو چیز سفید ہو، اگر کوئی سمجھانا چاہتا ہے کہ لوگ اس کو سیاہ نہ سمجھیں، تو کیا یہ ایسا جرم ہے جس پر اسے ملامت کی جائے، خصوصاً جب تائید میں ایک نہیں دس دس چیزیں آپ کے سامنے پیش کی جا رہی ہوں، تو اب اس سلسلہ میں آخر کیا چاہا جاتا ہے،

فقیر کے گذشتہ بالا معروضات کا مطالعہ اگر توجہ سے کیا جائے گا، تو ان ہی میں مولانا ظفر احمد صاحب کے دوسرے مطالبات کے جوابات بھی لوگوں کو مل سکتے ہیں، مثلاً مولانا نے امام رحمۃ اللہ علیہ کو اس فتوی کا تنہا متفق قرار دیتے ہوئے لکھا ہے :-

اس مسئلہ میں جملہ ائمہ نے امام ابو حنیفہ کی رائے سے اختلاف کیا ہے،

مگر جو کچھ میں عرض کر چکا ہوں، اس کے بعد بھی مولانائے ممدوح کا یہ الزام امام ابو حنیفہ کے متعلق واقعی الزام باقی رہ سکتا ہے، نہ صرف یہی کہ فقہ اسلامی کی مستقل شاخ جسے علمائے عراق کی فقہ کہتے ہیں اسی کا یہ ایک عام مسئلہ معلوم ہوتا ہے، بلکہ مکحول کو بھی اگر اسی گروہ میں شریک کر لیا جائے، تو عراق کے ساتھ شامی فقہاء کے ایک بڑے امام مجتہد و محدث کو اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کا ہمنوا قرار دیا جا سکتا ہے، غالباً قاضی ابو یوسف کے سامنے بجائے دوسرے عراقی اساتذہ ابراہیم یا حماد یا سفیان ثوری کے شامی امام مکحول کی جو روایت امام ابو حنیفہ نے پیش کی، ہو سکتا ہے کہ اس کی ایک مصلحت یہ بھی ہو کہ صرف ہمارے کوفی ائمہ ہی نہیں بلکہ شام کے ایک امام حجت سے بھی یہی فتوی منقول ہے، کیسی عجیب بات ہے کہ جس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کی حیثیت صرف مقلد ہونے کی ہے، اسی مسئلہ کو امام کے انفرادی اجتہاد کا نتیجہ قرار دیا جا رہا ہے، اس موقع پر ہمیں اہل علم کے اس قول کو بھی نہ بھولنا چاہئے، کہ طحاوی جن کی سند سے میں نے دوسرے ائمہ کا فتوی نقل کیا ہے، نقل مذاہب میں ان کے متعلق یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ هُوَ اعلم الناس بمذاهب الناس یعنی علمائے اسلام کے فقہی اختلافات کے وہ سب سے بڑے عالم ہیں،

چونکہ خود مسئلہ اور اس کے مالہا و ماعلیہا کے بیان کرنے میں میں نے یہ التزام کیا ہے، کہ انہی عبارتوں کو پیش کروں، جو امام محمد کی کتاب (سیر کبیر) میں پائی جاتی ہیں، یا زیادہ سے زیادہ ان کے بعد میں نے شمس الائمہ سرخسی علامہ ابو بکر کاسانی صاحب بدائع اور ابن ہمام کے اقوال پیش کئے ہیں، میں خیال کرتا ہوں کہ اس کے بعد متاخرین ارباب فتاوی کی تعبیروں پر مولانا نے بے اعتمادی کا اظہار کرتے ہوئے امام کی طرف اس مسئلہ کے انتساب ہی کو کن تہ محل اشتباہ جو قرار دیا جا رہا ہے، انشاء اللہ اس کی بھی گنجائش باقی نہ رہی ہوگی آخر حنفی فقہ کے مسائل کی تعبیر میں ان بزرگوں کے تصریحات پر بھی اگر اعتماد نہ کیا جائے گا، تو اب اس کے بعد اور کون لوگ ہیں جن کے اقوال پر اس باب میں بھروسہ کیا جا سکتا ہے،

باقی مولانا نے اموال کے غیر معصوم و مباح ہونے کے لئے یہ دعوی جو فرمایا ہے، کہ مسلمانوں اور مسلمانوں کی حکومت سے بالفعل برسر جنگ ہونا بھی اس کے لئے ضروری ہے، یعنی جو برسر جنگ ہوں گے، ان ہی کے اموال شرعاً غیر معصوم اور مباح قرار دیئے جا سکتے ہیں، میں قطعاً ناواقف ہوں کہ مولانا کے اس دعوی کی بنیاد کیا ہے، کم از کم فقہ حنفی کی حد تک تو میں کہہ سکتا ہوں کہ باوجود تلاش و جستجو کے مجھے کوئی ایسی چیز اب تک

نہیں ملی ہے، جس سے مولانا کے اس عجیب و غریب دعوی کی کسی حد تک بھی تائید ہو سکتی ہو، ہاں! حربی کے لفظ سے عوام شاید یہی سمجھتے ہیں، لیکن مولانا جیسے مستند و خبیر عالم کے متعلق یہ کیسے باور کروں کہ عوام کے اس عامیانہ خیال سے وہ متاثر ہیں، بہر حال دعوی کے لئے دلیل کا مطالبہ تو ہر شخص سے کیا جائے گا، مولانا کے پاس اگر کوئی ایسی چیز ہے تو پیش فرمائیں، میں تو حیران ہوں کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی ذمہ داریوں سے بری ہونے کے لئے قرآن تو صرف المشرکین کے لفظ کو کافی قرار دے رہا ہے، اشہادت لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ (جو در اصل دین اسلامی کا عنوان اور اسکی اجمالی تعبیر ہے) صرف اس سے انکار صحیح حدیثوں کے رو سے اموال کو غیر معصوم بنا دیتا ہے، یا پھر قانون معاہدہ سے عصمت کی اس کیفیت کو اموال میں پیدا کیا جا سکتا ہے، جہاں تک میں جانتا ہوں، اموال کے معصوم ہونے کی یہی دو شرعی اور قانونی وجوہ (اسلام اور معاہدہ) قرآن و حدیث سے ثابت ہوتے ہیں، لیکن بالفعل برسر جنگ ہونا، میں نہیں جانتا کہ اس سلسلہ میں مولانا کی طرف سے اس قید کا اضافہ جو فرمایا جا رہا ہے، اس کی بنیاد کیا ہے،

اگر ان اموال کی حلت کے لئے بالفعل محاربہ و مقاتلہ بھی ضروری ہے، تو غنیمت میں اور ان آمدنیوں میں جنھیں فی یا فی حکم الفئی کے ذیل میں فقہا شمار کرتے ہیں، فرق ہی کیا باقی رہ جاتا ہے، فئی کے متعلق تو قرآن سے بھی معلوم ہوتا ہے، کہ مسلمانوں کے ایجاف[1] خیل و رکاب سے جو نہ حاصل ہوا ہو، اور آپکے نزدیک لڑائی بھڑائی کے بغیر ان اموال کے حلال ہونے کی کوئی صورت ہی جب نہیں ہے، تو آخر قرآن کے ان الفاظ کا کیا مطلب ہوگا،

(باقی)

[1] قرآنی الفاظ فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب کی طرف اشارہ ہے یعنی گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر حملہ کرکے یہ مال حاصل نہیں کیا گیا ہے،

عہدِ تیموریہ سے پہلے کے صوفیۂ کرام

اور

ان کی فارسی تصانیف

از

سید صباح الدین عبد الرحمٰن (علیگ) رفیق دار المصنفین

(۶)

حضرت شیخ بو علی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

نام شیخ شرف الدین اور لقب بو علی قلندر تھا، امام اعظم ابو حنیفہ کی اولاد سے تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے،

شیخ شرف الدین بو علی قلندر بن سالار فخر الدین بن سالار حسن بن سالار عزیز بن ابو بکر غازی بن فارس بن عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم بن محمد بن دانک بن امام اعظم ابو حنیفہ[1]

ان کے والد ماجد سنہ [illegible]ھ میں عراق سے ہندوستان آئے، وہ بڑے متبحر اور جید عالم تھے، ان کی پہلی شادی حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کی دختر نیک اختر سے ہوئی، لیکن وہ لاولد فوت ہوگئیں، ان کے بعد مولینا سید نعمت اللہ صاحب ہمدانی کرمانی کی ہمشیرہ بی بی حافظہ جمال سے عقد ہوا، جو حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر کی ماں تھیں،

شیخ بو علی قلندر سنہ [illegible]ھ میں پانی پت میں پیدا ہوئے، کمسنی میں تمام علوم ظاہری حاصل کئے، اور بیس برس تک دہلی میں قطب مینار کے پاس ان کے درس و تدریس کا فیض جاری رہا، دہلی کے اکابر علماء مولانا قطب الدین، مولانا وجیہ الدین پائلی، قاضی ظہیر الدین بخاری، قاضی حمید الدین صدر شریعت، مولانا فخر الدین پائلی وغیرہ ان کے علمی تبحر اور فضیلت کے معترف تھے،

[1] سیر الاقطاب ص ۱۹۰،

لیکن جب تصوف کے کوچہ میں قدم رکھا، اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہوئے، تو جذب و سکر کی حالت میں علوم و فنون کی تمام کتابوں کو دریا میں ڈال کر جنگل کی راہ لی، اور پانی پت کے مضافات اور کرنال کے نواح بڈھا کھیڑہ میں آخر وقت تک مقیم رہے[1] خزینۃ الاصفیاء میں ہے، کہ معارج الولایت کے مولف نے شیخ بو علی قلندرؒ کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا خلیفہ لکھا ہے[2] لیکن ان کی ارادت اور خلافت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی طرف بھی منسوب ہے، اخبار الاخیار میں ہے،

"بعضے گویند کہ بخواجہ بختیار کاکی ارادت داشت و بعضے گویند بشیخ نظام الدین اولیاء، و ہیچ یکے ازین دو نقل بصحت نرسیدہ است[3]"

سکر اور مستی کی حالت میں ایک بار مونچھیں شرعی حدود سے بہت بڑھ گئی تھیں، کسی کو ترشوانے کی ہمت نہ ہوتی تھی، ان کے ہم عصر بزرگ مولانا ضیاء الدین سنامی کو شریعت کی پابندی کا بڑا جوش تھا، انھوں نے شیخ کی ریش مبارک کو پکڑ کر مونچھوں کو شرعی حد کے مطابق تراش دیا، جب وہ تراش کر تشریف لے گئے تو شیخ بو علی قلندرؒ اپنی داڑھی کو پکڑ کر بار بار فرماتے تھے، کہ یہ ریش کیسی مبارک ریش ہے، کہ شرع محمدی کی راہ میں پکڑی گئی،[4]

شیخ بو علی قلندر کے قیام پانی پت کے زمانہ میں شمس الاولیاء حضرت خواجہ شمس الدین ترک اپنے خلیفہ تاج الاولیاء حضرت خواجہ علاء الدین صابر رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے یہاں آکر قیام پذیر ہوئے،

حضرت خواجہ شمس الدینؒ ترکستان کے سادات میں اور حضرت خواجہ احمد یسوی کے فرزند تھے، جن کا سلسلۂ نسب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے، خواجہ شمس الدین علوم نقلی و عقلی کی تعلیم پانے کے بعد علم سلوک کی طرف مائل ہوئے، اور ماوراء النہر کے بہت سے بزرگوں کی صحبت میں رہے، مگر جب کہیں تشنگی نہ بجھی، تو مرشد کامل کی طلب میں ہندوستان کی طرف چل کھڑے ہوئے، ملتان پہونچکر بابا فرید گنج شکر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تربیت پانے کے بعد وہاں سے بابا فرید گنج شکر کی ہدایت کے مطابق کلیر شریف پہونچے، جہاں شیخ علاء الدین صابرؒ نے ان کو دیکھ کر فرمایا، کہ

"شمس الدین تو مرا فرزندی، از حق سبحانہ تعالیٰ خواستہ ام کہ این سلسلۂ ما از تو

[1] خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۳۲۰ [2] ایضاً ص ۳۲۰، [3] اخبار الاخیار ص ۱۲۱ [4] ایضاً و خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۳۲۶

جاری باشد و تا قیامت بر پا ماند[1]"

اور اپنی چہار ترکی کلاہ ان کے سر پر رکھدی، وہ گیارہ سال تک پیر و دستگیر کی خدمت میں رہے، مرشد کو اپنے ہاتھوں سے نہلاتے، وضو کراتے، ان کے لئے جنگلوں سے لکڑیاں لاکر کھانا پکاتے، اور خود فقر و فاقہ سے مجاہدہ و ریاضت میں مشغول رہتے، مرشد سے علوم سینہ کی تحصیل کے بعد پانی پت میں قیام کرنے کا حکم ملا، لیکن روحانی طور سے اس مقام کا بار اٹھانے کی صلاحیت نہیں پائی، اس لئے مرشد کی اجازت سے مزدوری کی طرف متوجہ ہوگئے، اس وقت سلطان غیاث الدین بلبن کا دورِ حکومت تھا، دہلی آکر اس کی فوج میں سواروں کے زمرہ میں داخل ہوگئے،[2] کچھ دنوں میں ان کے پاس کافی دولت ہوگئی، لیکن امارت کی کسی چیز سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا، شب و روز ذکر الٰہی میں مشغول رہتے،

سیر الاقطاب کے مؤلف کا بیان ہے :-

"ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین بلبن نے ایک قلعہ[3] کا محاصرہ کیا، ایک زمانہ اسی حالت میں گذر گیا، اور قلعہ فتح نہ ہوسکا، اسی دوران میں ایک رات ایسی سخت آندھی آئی، اور بارش ہوئی، کہ سپاہیوں اور امرائے اسلام کے خیمے گر پڑے، بارش تیزی سے جاری رہی، سخت سردی پڑنے لگی، اور کسی جگہ آگ باقی نہیں رہی، شاہی سقہ بادشاہ کے وضو کا پانی گرم کرنے کے لئے آگ کی تلاش میں نکلا، دفعۃً دور سے دیکھا کہ ایک خیمہ میں چراغ جل رہا ہے، اور وہ خیمہ حضرت (یعنی خواجہ شمس الدین ترک) کا تھا، سقہ دوڑا ہوا خیمہ کے پاس گیا، دیکھا کہ ایک فقیر کلام مجید کی تلاوت کر رہا ہے، حضرت کے خوف سے وہ آگ مانگ نہ سکا، حضرت نے سر اٹھایا، اور فرمایا کہ اے بھائی آؤ، جتنی آگ چاہتے ہو لیجاؤ، وہ سامنے آیا، اور ایک لکڑی آگ سے جلا کر، اور لوٹا لے کر لوٹ گیا، اس واقعہ سے سقہ کو بیقراری تھی، صبح کے وقت مشک لے کر اس خیمہ کی طرف چلا اور جب اس کے پاس پہنچا، تو حضرت کو اس میں نہ پاکر حیران ہوا، اور وہاں سے واپس آکر ایک تالاب پر جو لشکر گاہ کے پاس تھا گیا، دیکھا کہ ایک نیک بزرگ وضو کر رہے ہیں، غور کیا تو وہی پاک صورت نظر آئی جن کے چراغ سے رات کو آگ جلا کر لے گیا تھا،

[1] مرآۃ الاسرار (قلمی نسخہ دار المصنفین) و سیر الاقطاب ص ۱۰۹، [2] خزینۃ الاصفیا جلد اول ص ۳۲۱

[3] قلعہ کا نام معلوم نہ ہوسکا۔

دیکھ کر ایک گوشہ میں کھڑا رہا، یہاں تک کہ وہ بزرگ وضو کے بعد نماز ادا کرکے اپنے خیمہ کی طرف تشریف لے گئے، سقہ نے اسی جگہ سے مشک میں پانی بھرا، اور باوجودیکہ جاڑے کا زمانہ تھا، اور ہر جگہ پانی جم گیا تھا، لیکن جس جگہ حضرت نے وضو کیا تھا، وہاں کا پانی اس قدر گرم تھا، گویا کسی نے اس کو ابھی گرم کیا ہے، اس کو لے کر اپنے کارخانہ میں گیا، اور اپنی عقل سے معلوم کیا کہ یہ سب کچھ اسی مردِ خدا کی عظمت و برکت کے سبب سے ہوا ہے، لیکن اس راز کو کسی سے ظاہر نہیں کیا، دوسرے دن حضرت کے پہنچنے سے پہلے جب دو چار گھڑی رات رہ گئی تھی، تالاب پر پہنچا، اور پانی کو دیکھا کہ جما ہوا ہے، قریب ہی ایک درخت تھا، اس کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا، یہاں تک کہ حضرت تشریف لائے، ان کے پہونچنے کے ساتھ ہی تالاب کے پانی نے جوش مارا، حضرت نے وضو کیا اور نماز ادا کرکے اپنے خیمہ کی طرف روانہ ہوگئے، سقہ نے گرم پانی کو مشک میں بھرا اور سلطان غیاث الدین بلبن کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس وقت جب سلطان دربار عام میں بیٹھا تھا، سقہ نے فریاد کی، سلطان نے اس کو بلا کر استفسار کیا، اس نے عرض کی اگر جہان پناہ میرے راز کو خلوت میں سنیں تو گذارش کروں، سلطان نے اس کا موقع دیا، سقہ نے حضرت کا تمام حال بیان کیا، سلطان سُن کر متحیر ہوا، اور اپنی خوابگاہ میں اس کو ٹھہرنے کا حکم دیا، جب رات ہوئی، تو سلطان خیمہ کے اندر چلا گیا، اور دروازہ کی کنجی سقہ کے حوالہ کردی، جب تین چار گھڑی رات باقی رہ گئی تو سقہ نے دروازہ کھول کر سلطان کو جگا دیا، سلطان مسلح ہوکر باہر نکلا، اور سقہ کے ساتھ پاپیادہ تالاب پر پہنچا، پانی کو دیکھا تو بالکل سرد تھا، وہ چھپ کر وہیں بیٹھ گیا، یہاں تک کہ حضرت تشریف لائے، ان کے پہنچتے ہی حسب معمول پانی میں جوش آگیا، جس کو سلطان نے خود دیکھا، حضرت نے وضو کرکے نماز ادا کی، اور اپنے خیمہ کی طرف تشریف لے چلے، سلطان نے پانی کو دیکھا تو گرم تھا، وہ متحیر ہوا، اور حضرت کے پیچھے پیچھے چلا، حضرت خیمہ میں پہنچکر قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہوگئے، سلطان دست بستہ وہیں کھڑا رہا، جب وہ تلاوت سے فارغ ہو چکے، تو بادشاہ کو دیکھ کر تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے اور سلام کیا، سلطان نے اظہار ادب کرکے عرض کیا، کہ یہ میری خوش قسمتی ہے، کہ آپ جیسے دوست میرے عہد میں

موجود ہین، لیکن اس کے باوجود ہزار افسوس ہے کہ ابھی تک یہ قلعہ فتح نہین ہوسکا، حضرت نے ہرچند اپنے کو چھپانے کی کوشش کی، لیکن بے سود تھا، مجبوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فاتحہ پڑھکر فرمایا کہ اسی وقت حملہ کیا جائے، انشاء اللہ فتح ہوگی، سلطان خوش خوش رخصت ہوا، اور لشکر مین پہونچکر اسی وقت حملہ کیا، قلعہ فتح ہوگیا، سلطان جب مسرت سے معمور اپنے فتحمند لشکر مین پہنچا تو دوسرے دن برہنہ پا حضرت کی خدمت مین حاضر ہونے کا ارادہ کیا، حضرت نے اپنے نور باطن سے اس کا ارادہ معلوم کر لیا، اپنے گھوڑے کو طلب کرکے فرمایا کہ یہان سے قریب ایک بیوہ عورت رہتی ہے، اس کی ایک لڑکی جوان ہے، مگر وہ اس کی کتخدائی کرنے سے معذور ہے، تو اس کے پاس جا، اور اپنی قیمت اس عورت کو پیش کر، گھوڑا حسب ارشاد بیوہ کے پاس گیا، بیوہ نے غیب سے آواز سُنی کہ بوڑھی عورت اس گھوڑے کو بیچ کر اس کی قیمت اپنی لڑکی کے کار خیر مین صرف کر! اس عورت نے ایسا ہی کیا، حضرت نے اپنا بقیہ تمام اسباب، مال و متاع فقراء کو دیدیا، اور کمل اوڑھ کر لشکر سے چل کھڑے ہوئے، اور اپنے پیر و دستگیر کی خدمت مین پہنچے، کچھ دنون وہان رہ چکے تو پانی پت ہی مامور کئے گئے،[1]

جب حضرت شمس الدین ترکؒ پانی پتی کا نزول اجلال پانی پت مین ہوا، تو دودھ[2] ایک بھرا ہوا پیالہ اپنے خادم کے ہاتھ شیخ بوعلی قلندرؒ کی خدمت مین بھیجا، شیخ بوعلی قلندرؒ خادم کو دیکھ کر مسکرائے، گلاب کے چند پھول ان کے سامنے پڑے تھے، ان کی پنکھڑیان دودھ مین ڈال کر اُسے حضرت شمس الدین ترکؒ کے پاس واپس کردیا، وہ پیالے مین گلاب کی پتیاں دیکھکر متبسم ہوئے، حاضرین مجلس نے تبسم کی وجہ پوچھی فرمایا کہ شیخ بوعلی قلندرؒ کے پاس دودھ سے بھرا ہوا پیالہ بھیجنے سے مراد یہ تھی، کہ یہ ملک میرے شیخ نے مجھکو عطا کیا ہے جو مجھ سے پُر ہوگیا ہے، شیخ بوعلی قلندرؒ نے گلاب کی پنکھڑیان ڈال کر دودھ کا پیالہ واپس کرنیا تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ میرے ملک سے کوئی تعلق نہین رکھین گے، اور یہان اسی طرح رہین گے، جس طرح دودھ مین گلاب کی پنکھڑیان ہین، شیخ بوعلی قلندرؒ سے پوچھا گیا تو انھون نے بھی یہی فرمایا، چنانچہ دونون مین آخر وقت تک اخلاص اور محبت قائم رہی،[2]

---

[1] سیر الاقطاب ص ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۹، [2] ایضاً ص ۱۸۹،

کبیر الاولیا حضرت شیخ جلال الدین محمود پانی پتیؒ شیخ بوعلی قلندرؒ ہی کے فیض نظر سے راہ طریقت پر گامزن ہوئے، ایک دن شیخ بوعلی قلندرؒ سر راہ بیٹھے ہوئے تھے، کہ کمسنی کے زمانہ مین شیخ جلال الدین گھوڑے پر سوار ادھر سے گذرے، ان کو دیکھ کر شیخ بوعلی قلندرؒ نے فرمایا،

زہے اسپ و زہے سوار

کانون مین یہ آواز پڑتے ہی شیخ جلال الدین بے خود ہوگئے، گھوڑے سے اتر پڑے، اور اسی وقت گریبان چاک کرکے جنگل کی راہ لی، اور چالیس سال تک جنگل مین پھرتے رہے، اور اس درمیان مین مختلف درویشون اور فقیرون کی صحبت اختیار کی، پھر جب وطن واپس آئے، تو شیخ بوعلی قلندرؒ سے بیعت کے لئے مصر ہوئے، شیخ نے فرمایا،

"اے فرزند عزیز کشایش تو موقوف بر مرد دیگر است"

چنانچہ جب حضرت شمس الدین ترکؒ پانی پتی کا ورود مسعود پانی پت مین ہوا تو شیخ بوعلی قلندرؒ نے شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے پاس ارادت کے لئے بھیجا، جو آگے چل کر اُن کے خلیفہ ہوئے،[1]

سلطان جلال الدین خلجی کو حضرت خواجہ بوعلی قلندرؒ سے بڑی عقیدت تھی، وہ اُن کے حلقۂ ارادت مین بھی شامل ہوگیا تھا، اور بزرگان دین ہی کی صحبت کا شاید یہ اثر تھا، کہ اس مین حلم، نرمی اور خداترسی کے اوصاف بدرجۂ اتم موجود تھے، مولانا ضیاء الدین برنی لکھتے ہین،

"این چنین بادشاہ حلیم و کریم و این چنین فرمان روایان و کارگذاران مہربان و خداترس برسر بندگان خدا نتوانند وید"

مگر ان خوبیون کے باوجود حضرت سیدی مولہ کا خون اس کے سر پر ہے، گو اس واقعہ کی تفصیل ہمارے موضوع سے متعلق نہین، لیکن ناظرین کو اس سے دلچسپی ہوگی، اس لئے اس کو مجملاً مولانا ضیاء الدین برنی کی زبانی بیان کرتے ہین:

"سیدی مولہ ایک درویش تھے، جو سلطان بلبن کے عہد مین ولایت ملک بالا سے شہر (یعنی دہلی) مین آئے، وہ عجیب طریقے رکھتے تھے، خرچ کرنے اور کھانا کھلانے مین بے نظیر تھے، لیکن جامع مسجد مین جمعہ کی نماز پڑھنے نہین آتے تھے، گو وہ نماز کے پابند تھے، مگر

---

[1] سیر الاقطاب ص ۲۰۱، ۲۰۲،

جماعت کے ساتھ نماز ادا نہین کرتے تھے، جس کی پابندی تمام بزرگانِ دین نے کی ہے، وہ مجاہدہ و ریاضت بہت کرتے تھے، جامہ اور چادر پہنتے، اور چاول کی روٹی معمولی سالن سے کھاتے تھے، ان کے پاس کوئی عورت، کنیز اور خدمت گار نہ تھا، اور نہ وہ کسی نفسانی خواہش مین مبتلا تھے، کوئی کچھ دیتا تو اس کو قبول نہ کرتے، لیکن ان کے اخراجات اتنے تھے، کہ لوگون کو حیرت ہوتی تھی، اور اس کا خیال تھا، کہ وہ علم کیمیا جانتے ہین، اپنے دروازہ کے سامنے میدان مین انھون نے ایک خانقاہ بنوائی تھی، اس کی تعمیر مین ہزارون روپیے خرچ کئے تھے، اس خانقاہ مین بڑی مقدار مین کھانا پکتا تھا، بری و بحری سفر کرنے والے مسافر یہان آکر مقیم ہوتے تھے، اور ان کو دو وقت کھانا ملتا تھا، اور کھانا ایسا ہوتا تھا، کہ اس زمانہ کے خوانین و ملوک کو میسر نہ تھا، خانقاہ مین ہزارون من میدہ خرچ ہوتا تھا، پانچ سو جانور ذبح کئے جاتے تھے، دو تین سو من شکر اور سو دو سو من نبات خریدی جاتی تھی، خانقاہ کے سامنے آدمیون کا ایک ہجوم رہتا تھا، ان کے پاس (یعنی حضرت سیدی مولہ) نہ کوئی گاؤن تھا اور نہ ان کو شاہی وظیفہ ملتا تھا، اور نہ وہ کسی سے فتوح قبول کرتے تھے، جب کسی سے کوئی چیز خریدتے، یا کسی کو کچھ رقم دینا چاہتے، تو کہتے کہ جاؤ، فلان پتھر یا اینٹ کے نیچے جاکر اتنے نقرئی تنکے لیلو، وہ جاتا، تو واقعی اینٹ یا پتھر کے نیچے یا طاق مین طلائی اور نقرئی سکے مل جاتے، یہ سکے ایسے ہوتے جیسے دار الضرب سے بالکل نئے نکلے ہون"

آگے چل کر مولانا ضیاء الدین برنی لکھتے ہین:-

"حضرت سیدی مولہ کی خانقاہ کے اخراجات سلطان جلال الدین خلجی کے عہد مین اور بھی زیادہ بڑھ گئے تھے، سلطان جلال الدین کا بڑا لڑکا خانخانان ان کا معتقد ہوگیا تھا، وہ اپنے کو حضرت سیدی مولہ کا بیٹا کہتا تھا، امراء اور حکام کی آمد و رفت ان کے پاس بڑھ گئی تھی، قاضی جلال کاشانی نے جو اس زمانہ کا بڑا قاضی تھا، لیکن فتنہ انگیز تھا سیدی سے تعلقات پیدا کئے، وہ دو دو تین تین راتین خانقاہ مین بسر کرتا، اور وہان کے لوگون سے گفتگو کرتا، بلبن کے عہد کے مولازادے جو امراء اور ملوک کی اولاد سے تھے، اس گفتگو مین شریک رہتے، یہ سب عہد جلالی مین بالکل بے سرو سامان، بے اقطاع اور بے حشم ہو گئے تھے،

برنجتن اور ہتھیا پایک کے کوتوال جو آزادون اور پہلوانون کے گروہ مین تھے، اور بلبنی عہد مین ایک لاکھ جیتل وظیفہ پاتے تھے، بے وظیفہ ہوگئے تھے، اور بعض دوسرے اکابر جو عہدون سے معزول کر دیئے گئے تھے، سیدی کی خانقاہ مین آکر رات کو سوتے، اور ان سے کچھ چیزین پاتے، لوگ سمجھتے، کہ ان اکابر کی آمد و رفت محض حصول برکت کے لئے ہوتی ہے، لیکن معلوم ہوا کہ قاضی جلال کاشانی، خان زادے، ملک زادے، برنجتن اور ہتھیا پایک کے کوتوال رات کو سیدی کے پاس بیٹھ کر فتنہ انگیزی کا مشورہ کرتے ہین، چنانچہ برنجتن اور ہتیا پایک کے کوتوال نے ارادہ کیا، کہ جمعہ کے روز جب نماز کے لئے سلطان جلال الدین کی سواری نکلے تو اس پر حملہ کر دیا جائے، اور سیدی کو خلیفہ بنا کر ان کا نکاح سلطان ناصر الدین کی لڑکی سے کر دیا جائے، اور قاضی جلال کو قاضی خان کا عہدہ اور ملتان کا اقطاع دار مقرر کیا جائے، اسی طرح اور اقطاعات ملک زادون اور خان زادون مین تقسیم کر دی جائین، ان بے کار لوگوں میں سے ایک شخص جو مشورے مین شریک تھا، ان سے منحرف ہوکر یہ تمام خبرین سلطان جلال الدین تک پہنچا دین، سیدی اور ان کے ساتھی متہم کرکے سلطان کے سامنے لائے گئے، سلطان نے تفتیش کرنی چاہی تو سب نے انکار کر دیا، اس زمانہ مین یہ رواج نہ تھا، کہ انکار کرنے والون سے لات اور ڈنڈے کے ذریعہ اقرار کرایا جاتا، چنانچہ وب کے لئے حکم جاری کیا گیا، سلطان اور دوسرے لوگون کو سازش کا پورا یقین تھا، لیکن سازش کرنے والے منکر تھے، اور کوئی ثبوت نہ تھا، اور ان پر کوئی حکم نافذ نہ کیا جا سکتا تھا، اس لئے بہارپور کے میدان مین آگ روشن کی گئی، سلطان ملوک اور خوانین کے ساتھ وہان پہونچا، ایک کوشک خاص نصب کیا گیا، سلطان نے شہر کے تمام اکابر علماء و مشائخ کا محضر طلب کیا، اس میدان مین شہر کے خواص و عوام بھی جمع ہوئے، سلطان نے حکم دیا، کہ سازش کرنے والون کو آگ مین ڈال دیا جائے تاکہ جھوٹ اور سچ روشن ہوجائے، لیکن اس کے بارے مین جب علماء سے استفتا کیا گیا تو متدین علماء نے کہا کہ وب نامشروع ہے، اور آگ کے ذریعہ سے جھوٹ اور سچ کی تمیز نہین کی جاسکتی ہے، سازش کی خبر صرف ایک شخص نے دی ہے، اور ایسے جرم مین ایک شخص کی شہادت قابلِ سماعت نہین، اس لئے سلطان نے وب کا ارادہ ترک کر دیا، اور قاضی جلال کو جو فتنہ

کا سرغنہ تھا، بدایون کا قاضی بناکر وہاں بھیجدیا، خان زادون اور ملک زادون کو جلاوطن کر دیا، اوران کی املاک ضبط کرلی، برنجتن اور ہتھیا پایک کے کوتوال کو سزادی، اس کے بعد سیدی مولہ کو باندھکر سلطان کے کوشک کے پاس لایا گیا، سلطان نے ان سے خود مباحثہ کیا' اس مجمع مین شیخ ابو بکر طوسی حیدری بھی اپنی حیدری جماعت کے ساتھ موجود تھے، سلطان نے اُن سے خطاب کرکے کہا اے درویشان! انصاف من ازین مولہ بستانید، بحری نامی ایک حیدری نے بڑھکر سیدی کو استرے سے زخمی کردیا، ارکلی خان نے کوشک کے اوپر سے فیلبانون کو اشارہ کیا، ایک ہاتھی سیدی کی طرف دوڑا، اوران کو پاؤن تلے مسل ڈالا"[1]

اس کے بعد مولانا ضیاء الدین برنی اپنے تاثرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہین :-

"ایسا حلیم وبردبار بادشاہ اس معاملہ مین مشورون کو سننے کی طاقت نہ پیدا کرسکا، اور ایسا حکم صادر کردیا جس سے درویشی کی عزت جاتی رہی، مجھکو یاد ہے، کہ جس روز سیدی مولہ کا قتل ہوا، ایک سیاہ طوفان آیا، اور تاریکی چھاگئی، سیدی مولہ کے قتل کے بعد ملک مین طرح طرح کے فتور پیدا ہوگئے، بزرگون نے کہا ہے کہ کسی درویش کو قتل کرنا نحس ہے، اور کسی بادشاہ کو راست نہیں آتا، سیدی مولہ کے قتل کے بعد اس سال بارش نہین ہوئی، دلی مین قحط پڑگیا، اور غلہ ایک جیتیل مین ایک سیر ملنے لگا، سوالک کے علاقہ مین ایک قطرہ بھی نہین بارش ہوئی، اس سرزمین کے ہندو عورتون اور بچون کے ساتھ دلی چلے آئے بیس بیس اور تیس تیس آدمی ایک جگہ رہتے، اور بھوک سے بیتاب ہوکر اپنے کو جمنا مین غرق کردیتے تھے، اور دلی لوگ سلطان اور امرا کے صدقات پر زندگی بسر کرتے تھے"[1]

اخبار الاخیار کے مصنف کا بیان ہے :-

"جس روز سیدی مولہ کا قتل ہوا، بے اندازہ باد وغبار فضا مین اٹھا، دنیا تاریک ہوگئی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قیامت آگئی ہے، سلطان جلال الدین نے یہ حال دیکھا تو سیدی مولہ سے اس کو اعتقاد پیدا ہوگیا، جو پہلے نہ تھا"[2]

علاء الدین خلجی بھی حضرت شیخ بو علی قلندرؒ کے حلقۂ ارادت مین تھا، خزینۃ الاصفیاء مین ہے،

[1] تاریخ فیروز شاہی ص ۲۱۲، ۲۰۸۔۲۰۰، [2] اخبار الاخیار ص ۷۵،

جلال الدین وعلاء الدین بادشاہان دہلی ہم حلقۂ ارادت آنحضرت بگردن خود داشتند"[1]

۱۰ رمضان المبارک ۷۲۴ھ مین شیخ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا، تاریخ وفات "شرف الدین ابدال" سے نکلتی ہے، کرنال مین مدفون ہوئے، لیکن کہا جاتا ہے، کہ اعزہ واقربا نے ایک رات پوشیدہ طور پر نعش مبارک کو پانی پت مین لیجاکر دفن کردیا[2]، چنانچہ کرنال، پانی پت، بڈھا کھیڑہ اور باگھوتی مین آج بھی ان کے معتقدین کا ہجوم رہتا ہے،

حضرت شیخ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے حسب ذیل تصانیف منسوب ہین،

(۱) **مکتوبات بنام اختیار الدین** (۲) **حکم نامہ شرف الدین** (۳) **مثنوی کنز الاسرار** (۴) **رسالۂ عشقیہ،**

مکتوبات کے بارے مین مولانا عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہین :-

"وراہ مکتوب است بزبان عشق ومحبت مشتمل بر معارف وحقائق توحید وترک دنیا وطلب آخرت ومحبت مولے جملۂ آن بنام اختیار الدین می گوید"[3]

خزینۃ الاصفیاء مین ہے :-

"مکتوبات وی کہ بنام اختیار الدین مرید خود تحریر کردہ است، کتابیست جامع علوم توحید"[4]

سلطان شمس الدین التمش کے شاہی حاجب کا نام بھی اختیار الدین تھا، شاید یہ مکتوبات اسی کے نام ہون، بعض مکتوبات کے نمونے ملاحظہ ہون :-

"اے برادر! جب تم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عنایت شروع ہوجائے، تم مین جذبہ پیدا ہونے لگے، اور تم کو تم سے دور کیا جائے، تو گویا تم مین عشق کا آغاز اور تم پر حسن کا جلوہ ظاہر ہوگیا، اور جب تم کو حسن کا مشاہدہ ہوجائے، تو معشوق کو پہچانو، اور عاشق بن کر معشوق ہوجاؤ، اور جب عاشق بنکر معشوق ہوگئے، تو اسی طرح کام کرو، معشوق کی سنت اور عاشق کے فریضہ کو قائم رکھو، اس وقت معشوق کو عاشق کے ذریعہ سے پہچان لوگے، اے برادر! معشوق کو تمھاری ہی صورت مین پیدا کرکے تمھارے درمیان

[1] خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۳۲۷ [2] ایضاً ص ۳۲۸ [3] اخبار الاخیار ص ۱۲۱، [4] خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۳۲۷

بھیجا گیا ہے، تاکہ برا و راست تم کو وہ دعوت دے، اے برادر! خدا ے عز و جل نے بہشت و دوزخ پیدا کیا، اور اس کا حکم ہے، کہ دونوں پُر کئے جائیں گے، معشوق کو عاشقوں کے ساتھ بہشت میں جگہ دیجائے گی، اور شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوزخ کو پُر کرے گا، بہشت و دوزخ میں عاشقوں کے سوا کوئی نہیں ہوگا، دونوں عاشق ہی کے حسن سے پیدا ہوئے ہیں، اور دونوں مقام غیرہ ہوں گے، بہشت دوستوں سے وصال کا مقام ہے، دوزخ دشمنوں کے لئے جاے فراق ہے، یہ فراق کافروں اور منافقوں کو حاصل ہوگا، اور وصال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں اور دوستوں کو نصیب ہوگا، اے برادر! چشم دل کو کھولو، اور اچھی طرح سے دیکھو، اور یہ جانو، کہ عاشق نے اپنے عشق سے تمھارے لئے کیا کیا چیزیں اور کیا کیا تماشے پیدا کئے ہیں، اپنا حسن ایک درخت میں منتقل کر دیا ہے، اور گوناگون میوے پیدا کئے، ہر میوہ میں علحدہ مزہ رکھا، اور اس درخت کو نہ اپنی ذات کی خبر اور نہ اپنے پھول کی خبر اور نہ اپنے میوہ کی خبر ہو گئی تمھارے لئے پیدا کیا، اور اس کو شکر کی خبر نہیں، مشک کو ہرن کی ناف میں رکھا، جو تمھارے لئے ہے، ہرن کو مشک کی کوئی خبر نہیں، گاے سے عنبر کو تمھارے لئے پیدا کیا، اور گائے کو عنبر کی خبر نہیں، زباد کو بلی سے تمھارے لئے پیدا کیا، اور بلی کو زباد کی خبر نہیں، کافور کو تمھارے لئے درخت سے پیدا کیا، اور درخت کو کافور کی خبر نہیں، صندل کو تمھارے لئے پیدا کیا، اور صندل کو اپنی خبر نہیں، اے برادر! عاشق ہو جاؤ، اور دونوں عالم کو معشوق کا حسن جانو اور اپنے آپ کو معشوق کا حسن کہو، عاشق نے اپنے عشق سے تمھارے وجود کا مالک بنایا تاکہ اپنے حسن و جمال کو تمھارے آئینہ میں دیکھے، اور تم کو محرم اسرار جانے، اور الانسان سری وانا سرہ (انسان میرا بھید ہے) تمھاری شان میں آیا ہے، عاشق ہو جاؤ تاکہ حسن کو ہمیشہ دیکھو، اور دنیا و عقبیٰ کو پہچانو، عقبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہے، اور دنیا شیطان کی ملکیت ہے، دونوں میں معلوم کرو کہ تمھارے لئے کس کو پیدا کیا ہے، اے برادر! نفس کو اچھی طرح پہچانو، جب تم نفس کو پہچان لوگے، تو دنیا کو بھی پہچان سکوگے، اور اگر روح کو پہچان لوگے، تو عقبیٰ کو بھی پہچان لوگے، اے برادر! دنیا! کفر میں جو حسن رکھا گیا ہے، عاشق جانتے ہیں، کہ اس نے (یعنی حسن نے) کفر کو اپنے

عاشقوں کے سامنے کس قدر آراستہ کر دیا ہے، جو دنیا کا عاشق ہے، اس کا معشوق کفر کا حسن ہے، اے برادر! تم جانتے ہو کہ حسن کا جو غمزہ کفر میں رکھا گیا ہے، اس نے کس قدر پرلطف تیر دنیا والوں پر مارا ہے، اور ان کو اپنا عاشق بنا لیا ہے، اے برادر! اپنی جستجو میں رہو، اور اپنے کو پہچانو، جب تم اپنے نفس کو پہچان لوگے، تو عشق کو بھی جان سکوگے، اور جب عشق کو اپنے حسن پر دیکھوگے تو کل الانسان کی کیفیت اپنے میں پاؤگے، عاشق ہو جاؤ اور معشوق کو اپنی گود میں دیکھو اور حسن کو اپنے دل کے آئینہ میں معاینہ کرو،

آن شاہد معنی کہ ہمہ طالب اویند	ہم اوست کہ از جادر تو ساختہ سرپوش
در بادیۂ ہجر چرا بسند بمانیم	در عین وصالیم نگار است در آغوش

اے برادر! قند کا ایک گولہ لاؤ، اور اس سے سو گولے بنالو، اور ہر گولہ سے ایک صورت بناؤ، اور ہر صورت کا ایک نام رکھو، بعض کو گھوڑا، اور بعض کو ہاتھی کہو تو قند کا نام جاتا رہیگا اور صرف وہ صورت باقی رہے گی، جب کل صورتوں کو توڑ کر قند کا گولہ بنالو تو قند کا نام پھر ظاہر ہو جائے گا"

ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں :-

"اے برادر! یہ نہیں معلوم کہ ہم لوگوں کو کس لئے پیدا کیا گیا، اور ہم لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا، لیکن خیال ہمیشہ فکر کے ساتھ وابستہ رہتا ہے، کبھی فکر ہمارے دل کے آئینہ کو آراستہ کر دیتی ہے، اور عاشق کے سامنے معشوق کو ظاہر کرتی ہے، اور عاشق کا وہ حکم جس کو معشوق نے پہنچایا ہے، عاشق کے فرض اور معشوق کی سنت کے مطالعہ میں بجالاتی ہے، عاشق کے عشق اور معشوق کے حسن سے باطن کو معمور رکھتی ہے، اور حسن کے تماشہ سے عاشق اپنے ظاہر کو بھلا دیتا ہے، اور اپنے باطن کے تماشہ میں معروف ہو جاتا ہے، تاکہ عاشق کا حکم جس کو معشوق نے پہنچایا ہے، نافذ ہو جائے، اے برادر! کبھی خیال نفس کا دوست ہو جاتا ہے، اور حال خیال کے ساتھ متحد ہو کر دنیا کی روزی کی طرف لے آتا ہے، خیال دنیا کی آرایش نفس کو دکھلاتا ہے، اور اس کے شوق میں اس کو پریشان کرتا ہے، اور اس کو یعنی نفس کو معشوق کے دروازے پر پھراتا ہے، ہر دروازہ پر ذلیل کرتا ہے، اور

(نفس) شوق اور آرایش کی آسایش کی وجہ سے اس ذلت سے واقف نہیں ہوتا، اور باز نہیں آتا اور یہ نہیں سوچتا، کہ دنیا نے کسی کے ساتھ نہ وفا کی ہے، اور نہ وفا کرے گی، نہ اس کو (نفس کو) موت کی فکر ہوتی ہے، کہ وہ دفعۃً آکر اس کو فنا کر دے گی، دنیا کی آرایش کا حسن دنیا کے عاشقوں کو اپنے عشق میں ایسا بے خبر کر دیتا ہے، کہ نہ اس کو اس دنیا کی خبر ہوتی ہے جس کو انھوں نے معشوق بنایا ہے، اس کی بھی ان کو خبر نہیں ہوتی، کہ اگر دنیا ختم ہو جائے گی، تو کیا واقعات ظہور پذیر ہوں گے، اور نہ عقبیٰ کی خبران کو ہوتی کہ ان کے سامنے کیا مہم درپیش ہے، اے برادر! سوچو کہ تمھارے سامنے ایک مہم درپیش ہے، اور تم نے خیال اور فکر کو اپنا مونس بنایا ہے، خیال کی نسبت ہوش رکھو کہ وہ نفس کا دوست ہو گیا ہے، اے برادر! کچھ معلوم نہیں کہ خیال اور فکر کیا حال پیدا کریں، جب وہ (حال) تم کو نظر آئے گا، اس وقت تم کو معلوم ہوگا، کہ یہ قسمت میں لکھا تھا، کہ تمھارے سامنے آیا، اے برادر! میں نہیں جانتا ہوں، کہ میں کیا کروں، اور مجھ سے کونسا کام بن پڑے گا، اور کیا میری زبان سے نکلے گا، زبان خدا کی قدرت میں ہے، اگر تم پر خدا کا فضل ہوا، تو تمھاری زبان سے وہ بات نکلے گی جو دونوں جہان کو پسند ہوگی، اے برادر! اس قدر معلوم ہوا کہ خدا نے اپنی مشیت سے تم کو پیدا کیا، اور اپنی مشیت سے باقی رکھتا ہے، یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید (یعنی جو کچھ اس نے چاہا، اس کو کیا، اور جو کچھ چاہتا ہے، کرتا ہے، کسی کو اس کی مشیت میں دخل نہیں)"[۵۱]

حکم نامہ شرف الدین کے بارے میں مولانا عبدالحق محدث دہلوی رقمطراز ہیں :-

"و رسالہ دیگر در عوام الناس شہرت دارد کہ او را حکم نامۂ شیخ شرف الدین می گویند ظاہر آنست کہ آن از مخترعات عوام است"[۵۲]

اس کا ایک نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی میں ہے، (دیکھو کٹیلاگ فارسی مخطوطات ص ۰۰، ۵ نمبر ۱۱۹۷)

حضرت شیخ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے دو مثنویاں منسوب ہیں، مثنوی کنز الاسرار اور رسالہ عشقیہ خزینۃ الاصفیاء کے مولف نے صرف اتنا لکھا ہے :-

[۵۱] یہ دونوں مکتوب اخبار الاخیار سے لئے گئے ہیں، ص ۱۲۱ و ۱۲۲ [۵۲] اخبار الاخیار ص ۱۲۱

"وسوائے ازین مثنوی است، مختصر کہ مخزن رموز توحید و معارف است"

(جلد اول ص ۳۲۰)

۱۸۹۱ء ۱۳۰۹ھ میں مطبع نامی لکھنؤ سے ایک منظوم رسالہ مثنوی شاہ بو علی قلندر کے نام سے شائع ہوا تھا، اگر یہ رسالہ واقعی حضرت شاہ بو علی قلندر کا ہے، تو ہم اس کو رسالہ عشقیہ کہہ سکتے ہیں، کیونکہ اس میں عشق پر بہت سے اشعار ہیں، مثلاً :-

عشق کو بے بال و پر طیران کند — عشق کو در لامکان جولان کند

عشق کو تا تاج سلطانی نہد — عشق کو ملک سلیمانی دہد

عشق کو تا چشم دل بینا کند — عشق کو تا سینہ پر سودا کند

عشق کو تا عقل را زائل کند — عشق کو تا عقل را حاصل کند

عشق کو تا جام مدہوشی دہد — عشق باید تا فراموشی دہد

عشق دہ تا بے خبر سازد مرا — بادہ گو بے پا و سر سازد مرا

عشق باید تا دہد جام شراب — عشق سازد ساغرے آفتاب

اس میں تقریب ۲۶۲ اشعار ہیں، مثنوی کا آغاز ان اشعار سے کیا گیا ہے :-

مرحبا اے بلبل باغ کہن — از گل رعنا بگو با ما سخن

مرحبا اے قاصد طیار ما — می دہی ہر دم خبر از یار ما

مرحبا اے ہدہد فرخندہ فال — مرحبا اے طوطی شکر مقال

در زمان ہفت آسمان را طے کنی — مرکب حرص و ہوا را پے کنی

دمبدم روشن کنی در دل چراغ — ہر نفس از عشق سازی سینہ داغ

از تو روشن گشت فانوس تنم — از تو حاصل شد مرا وصل صنم

مرحبا اے رہنمائے راہ دین — از تو روشن شد مرا چشم یقین

یافت قالب طینت پاکی ز تو — شد پریشان آدم خاکی ز تو

مرحبا اے فیض بخش کائنات — یافت ترکیب از وجود تو حیات

آگے چل کر ایک شیخ کے زہد و تقویٰ کی تصریح کی گئی ہے،

زہد و تقوی چیست اے مرد فقیر   لا طمع بودن ز سلطان و امیر

زہد و تقوی نیست این کز بہر خلق   صوفی باشی و پوشی کہنہ دلق

شانہ و مسواک و تسبیح ریا   جبہ و دستار و قلبِ بے صفا

پیش و پس گردد مرید ناخلف   چون خرِ ابلہ پئے آب و علف

چون بہ بینی چند کس بیہودہ گرد   خویش را گوئی منم مردانہ مرد

دام اندازی برائے مرد و زن   خویش را گوئی منم شیخ زمن

وعظ گوئی خود نیاری در عمل   چشم پوشی ہمچو شیطانِ دغل

مکر و تلبیس و ریا کارت بود   ہر نفس شیطان ترا یارت بود

چون شوی استادہ از بہر نماز   دل بود درگاد خر اے حیلہ ساز

زان نماز تو شود آخر تباہ   فکر باطل ہا کند رویت سیاہ

چون درایمانت فتد آخر قصور   ہان چرا خوانی نماز بے قصور

بر مصلا چون نشینی قبلہ رو   چشم پوشی دل بود جائے گرو

خادمان گویند این شیخ زمان   چشم پوشیدہ ست از خلق جہان

شیخ را لاہوت باشد منزلش   شد فنا ذاتِ بقا شد حاصلش

این خوشامد گوی چندین ابلہان   رہزنانند رہزنانند رہزنان

از ستائش خویشتن را گم مکن   عیب خود بین عیب بر مردم مکن

اے گرفتار آمدی در بند نفس   نفس کافر را بکش بشکن قفس

تا کنی پرواز سوئے اصل خویش   جا کنی در آشیانِ وصلِ خویش

اس کے بعد دنیا کی حرص و ہوا سے پرہیز کی تعلیم ہے :-

دل چرا آلودہ ست از حرص و ہوا   کے شود مکشوف اسرارِ خدا

صد تمنا در دست اے بوالفضول   کے کند نورِ خدا در دل نزول

دین و دنیا ہر دو کے آید بدست   این فضول بیہا مکن اے خود پرست

بر تو قسمت میرسد اے بے خبر   پس چرا قانع نہ بر خشک و تر

حرص تو دلقِ قناعت پارہ کرد   نفسِ امارہ ترا آوارہ کرد

ہست دنیا پیر زال و پر فریب   می کند پیر و جوان را بے شکیب

عارفان دادند او را صد طلاق   ہر کہ عاشق شد برو او گشت عاق

این سخن در گوش دار ای نوجوان   مولوی گفتہ ز روئے امتحان

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون   این خیال است و محال است و جنون

نفس کشی کی تلقین اس طرح کی گئی ہے :-

مرد باید تا نہد بر نفس پا   بگذرد از شہوت و حرص و ہوا

دست ہمت را برافراز و بلند   نفس را چون صید آر و در کمند

دست را کوتاہ ساز و از ہوس   بشکند با چنگِ ہمت این قفس

گر خوری یک لقمہ از وجہ حلال   نور تابد بر دل از مہرِ کمال

گر شوی از لقمہ شبہ نفیر   نفس را سازی بفضل حق اسیر

دل شود روشن ز نور آئینہ وار   پر تو انداز در آئینہ نگار

چون کشائی چشم را اہل یقین   ہر طرف تابان جمال یار بین

اسی کے بعد توحید و معرفت کی مصوری کی گئی ہے :-

یار را می بین تو در ہر آئینہ   سوز و ساز او ست در ہر سینہ

ہر چہ آید در نظر از خیر و شر   جملہ ذاتِ حق بود اے بے خبر

اوست در ارض و سما و لامکان   اوست در ہر ذرہ پیدا و نہان

پاس دار انفاس اے اہلِ خرد   تا ترا این فاصلہ منزل برد

اوست پیدا و نہان و آشکار   جلوہ ہا کردست در ہر شے نگار

ہوش در دم دار اے مردِ خدا   یک نفس یک دم مباش از حق جدا

نفی گردان از دلِ خود ما سوا   تا نہ گنجد در دلت غیر از خدا

زنگِ دل از صیقلِ لا پاک کن   سینہ با تیغِ محبت چاک کن

اسم ذاتِ او چو بر دل نقش بست   سکۂ ضرب محبت خوش نشست

گشت چون بر نقشِ دل نقش اله　　غیر نقش اللہ را اے دل مخواہ

چون شوی فانی تو از ذکر خدا　　راہ یابی در حریم کبریا

چون بمانے با خدا یابی وصال　　خویش را گم ساز اے صاحب کمال

ہر کہ شد در بحر عرفان آشنا　　ذرہ ذرہ قطرہ داند از خدا

عرفان کے لئے چشم بینا اور دلِ مصفا ضروری ہے :-

چشم دل بکشا جمالِ یار بین　　بر طرف ہر سو رُخِ دلدار بین

چشم باید تا بہ بیند روے یار　　جلوہ کردست در ہر شے نگار

نیست پوشیدہ رُخِ دلدار تو　　لیک این نقص ست در ابصار تو

عشق الٰہی مین جو مدہوشی اور خود فراموشی ہونی چاہئے، اس کی تصویر ان اشعار سے نمایان ہوتی ہے، جو شروع مین نقل کئے گئے ہین، اس سلسلہ کے کچھ اور اشعار ملاحظہ ہون،

ہیچ میدانی کہ اصل عشق چیست　　عشق را از حسنِ جانان نُدگیست

حُسن جانان چون نظر در خویش کرد　　گشت شیدا عشق را در پیش کرد

عشق چون جبرئیل در معراج حُسن　　بر سر عاشق نہد صد تاج حُسن

عاشق و معشوق گردند ہر دو یک　　ہم تو لی معشوق و عاشق نیست شک

اے کہ گشتی واقف از اسرار عشق　　نہ قدم مردانہ اندر کار عشق

سر بہ آور زیر پاے عشق نہ　　بعد ازان سر در ہواے عشق نہ

عشقبازی نیست کار بو الہوس　　خام طبعان حاضر اند ہمچون مگس

گر کنی جان را تو بر جانان نثار　　در عوض یک جان دہد صد جان نثار

کشتگانِ عشق را جانِ دگر　　ہر زمان از غیب احسانِ دگر

مثنوی کا خاتمہ حسب ذیل طریقہ پر ہوتا ہے :-

یا الٰہی چشم بینائی بدہ　　در سرم از عشق سودائی بدہ

آتش افگن در دلم مانند طور　　شعلہ بر خیزد و گردد زنگ دور

سالہا شد از تو می خواہم ترا　　حاجتم را چون نمی سازی روا

از لسان الغیب این گردد نوید　　از در تو کس نگشتہ نا امید

ہر کہ بر درگاہ تو رو آورد　　نا امید از درگہ تو چون رود

ہر کہ آید بر درت امیدوار　　شاہ مقصود یابد در کنار

اے خداے من بہ حقِ مصطفےٰ　　از طفیلِ حرمتِ آلِ عبا

روزِ محشر دار با آلِ رسول

از طفیلِ مقبلان گردد قبول

(باقی)

تاریخی کتابین

مقدمہ رقعات عالمگیر

اس مین رقعات پر مختلف حیثیتون سے تبصرہ کیا گیا ہے، جس سے اسلامی فن انشاء اور شاہانہ مراسلات کی تاریخ ہندوستان کے صیغۂ انشاء کے اصول نہایت تفصیل سے معلوم ہوتے ہین، بالخصوص خود عالمگیر کے انشاء اور اس کی تاریخ کے ماخذ اور عالمگیر کی ولادت سے برادرانہ جنگ تک کے تمام واقعات وسوانح پر خود ان خطوط و واقعات کی روشنی مین تنقیدی بحث کی گئی ہے،

ضخامت :- ۲۵۰ صفحے، قیمت :- للعہ

رقعاتِ عالمگیر

اورنگ زیب عالمگیر کے خطوط و رقعات جو زمانہ شہزادگی سے برادرانہ جنگ تک اعزہ کے نام لکھے گئے ہین، اس جلد مین جمع کئے گئے ہین، اور ان سے علم و ادب سیاست اور تاریخ کے بیسیون حقائق کا انکشاف ہوتا ہے، قیمت سے، ضخامت ۲۰۰ صفحے،

"مینیجر"

ابوشحمہ کا واقعہ

از

جناب عبداللہ نسیم طالوت ڈیرہ غازی خان

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے لاگ عدل و انصاف کے سلسلے مین واعظین کی زبانون سے، تاریخ و سیر کی کتابون مین ان کے بیٹے کی شراب خواری اور ان پر حد شرعی قائم کرنے کا قصہ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے، چنانچہ علامہ شبلی نے بھی الفاروق حصہ دوم مین اس واقعہ کو ان الفاظ مین بیان کیا ہے:-

"سب سے بڑی چیز جس نے ان کی حکومت کو مقبول عام بنا دیا، اور جس کی وجہ سے اہل عرب ان کے سخت احکام کو بھی گوارا کر لیتے تھے، یہ تھی کہ اُن کا عدل و انصاف ہمیشہ بے لاگ رہا، جس مین دوست و دشمن کی تمیز نہ تھی، ممکن تھا کہ لوگ اس بات سے ناراض ہوتے، کہ وہ جرائم کی پاداش مین کسی کی عظمت و شان کا مطلق پاس نہین کرتے، لیکن جب وہ لوگ یہ دیکھتے تھے، کہ خاص اپنی اولاد اور عزیز و اقارب کے ساتھ بھی ان کا یہی برتاؤ ہے تو لوگون کو صبر آ جاتا تھا، ان کے بیٹے ابوشحمہ نے جب شراب پی، خود اپنے ہاتھ سے ان کو کوڑے مارے، اور اسی صدمہ سے وہ بیچارے قضا کر گئے"[1]

اس واقعہ کو مختلف لوگون نے مختلف طریقون سے بیان کیا ہے، شیخ حسین دیار بکری کی تاریخ خمیس مین تین روایتین بیان کی گئی ہین، جو مختلف کتابون سے لی گئی ہین،

ایک حضرت عمرو بن العاص کی حسب ذیل روایت ہے :-

"حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ مین مصر مین اپنے گھر مین تھا کہ مجھ سے کہا گیا کہ عبدالرحمن بن عمر اور ابو سروعہ اندر آنے کی اجازت چاہتے ہین، ان کے علاوہ دوسرے

[1] الفاروق حصہ دوم طبع دہلی صفحہ

شخص کی روایت مین عبدالرحمن اور ایک آدمی کا جو عقبہ[1] بن حارث کے نام سے مشہور ہے نام ہے، مین نے کہا وہ اندر آ جائین، دونون اندر آئے تو وہ افسردہ تھے، اور انھون نے کہا کہ ہم پر خدا کی حد جاری کیجئے کہ ہم نے کل شام کو شراب پی، اور ہم کو نشہ آ گیا، مین نے اُن کو جھڑک کر نکال دیا، اب عبدالرحمن نے کہا کہ اگر تم ایسا نہ کروگے، تو مین اپنے باپ کو جب انکے پاس جاؤن گا، اس کی اطلاع دونگا، اب مجھے یقین ہو گیا کہ اگر مین ان دونون پر حد جاری نہ کرونگا تو مجھ پر حضرت عمرؓ غصہ ہون گے، اور مجھ کو معزول کر دین گے، اس لئے مین ان کو گھر کے صحن مین لایا، اور ان کو حد ماری، عبدالرحمان گھر کی کوٹھری مین گھس گئے، اور اپنا سر مونڈا، کیونکہ حد مارے جانے کے وقت لوگ سر منڈا لیا کرتے تھے، لیکن مین نے حضرت عمرؓ کو اس کے متعلق ایک حرف بھی نہین لکھا، یہان تک کہ میرے پاس اُن کا خط آیا، جس مین بسم اللہ کے بعد یہ لکھا تھا، کہ خدا کے بندے عمر کی جانب سے عمرو بن العاص کو معلوم ہو کہ تمھاری اس جرأت اور بدعہدی سے تعجب ہوا، اور مین تم کو معزول کر کے چھوڑ دونگا، تم عبدالرحمن کو اپنے گھر مین حد مارتے ہو، اور اپنے گھر مین ان کے بال مونڈتے ہو، حالانکہ تم کو معلوم ہے، کہ مین اس کا مخالف ہون، عبدالرحمان تمھاری رعایا ہے، اس کے ساتھ وہی سلوک کرو، جو اور مسلمانون کے ساتھ کرتے ہو، لیکن تم نے امیرالمومنین کا بیٹا سمجھ کر اس کے ساتھ امتیازی سلوک کیا، حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ مین کسی حق مین کسی شخص کے ساتھ رعایت نہین کرتا، جب تم کو میرا یہ خط ملے، تو فوراً اس کو ایک عبا مین پالان پر بٹھا کر میرے پاس بھیجو، تاکہ وہ اپنی بداعمالی کا مزہ چکھ لے، انھون نے جیسا کہ ان کے باپ نے کہا تھا ان کے پاس بالکل اسی طرح بھیجدیا، اور ایک معذرت نامہ لکھا کہ مین نے ان کو اپنے گھر کے صحن مین حد ماری، اور خدا کی قسم جس سے بڑی کوئی قسم نہین مین اپنے گھر کے صحن ہی مین ہر مسلمان اور ذمی کو حد مارتا ہون، اس خط کو انھون نے عبدالرحمن بن عمر کے ساتھ روانہ کیا، عبدالرحمن اوس کو اپنے باپ کے پاس لائے، اور ایک عبا پہنے ہوئے ان کے

[1] ان دونون روایتون مین تخالف نہین بلکہ ابوسروعہ عقبہ بن الحارث کی کنیت ہے، اور وہ بدری صحابی ہیں دیکھو تاریخ و سیرت عمر بن الخطاب ابن جوزی صفحہ ۱۳۸

پاس اس طرح آئے کہ سواری کی خرابی کی وجہ سے چل نہین سکتے تھے، اونھون نے کہا کہ عبدالرحمٰن تم نے یہ جرم کیا ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ان کے بارے مین سفارشی گفتگو کی، اور کہا کہ اے امیرالمومنین ان پر حد جاری ہو چکی ہے، لیکن انھون نے اُن کی طرف توجہ نہین کی، عبدالرحمٰن نے شور وغل کیا، کہ مین بیمار ہون، اور آپ مجھے مار ڈالنا چاہتے ہین، لیکن انھون نے ان کو دوبارہ حد ماری، اور قید کر دیا، وہ پہلے بیمار ہوئے پھر مر گئے۔[1]

دوسری روایت حضرت ابن عباسؓ کی ہے، جو دیار بکری نے کتاب المنتقی اور الریاض النضرہ سے نقل کی ہے:۔

"مجاہدین نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انھون نے فرمایا کہ مین نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ انھون نے اپنے بیٹے پر حد جاری کی، اور اس کی وجہ سے ان کو مار ڈالا، حضرت ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ اے رسول اللہ کے چچا کے لڑکے ہم کو بتائیے، کہ انھون نے کیونکر اپنے بیٹے پر حد جاری کر کے اوس کو مار ڈالا، بولے مین ایک دن مسجد مین تھا، اور حضرت عمرؓ بھی لوگون کے مجمع مین بیٹھے ہوئے تھے، کہ ایک لونڈی آئی اور اس نے ان کو سلام کیا، جس کا انھون نے جواب دیا، اور پوچھا کہ تم کو کوئی ضرورت ہے؟ اوس نے کہا ہان اپنے اس بچے کو مجھ سے لے لیجئے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ مین اس کو نہین جانتا، اس پر لونڈی رو پڑی، اور کہا کہ اے امیرالمومنین اگر وہ آپ کے نطفہ سے نہین ہے تو وہ آپ کے لڑکے کا لڑکا ہے، بولے میرا کون لڑکا؟ اس نے ابوشحمہ کا نام لیا، بولے جائز طور پر یا ناجائز طور پر؟ اوس نے کہا کہ میری جانب سے جائز طور پر اور آپ کے لڑکے کی جانب سے ناجائز طور پر، حضرت عمرؓ نے کہا، کیونکر؟ خدا سے ڈر، اور صرف سچ کہہ، اوس نے کہا کہ اے امیرالمومنین مین ایک دن جا رہی تھی، بنو نجار کے باغ کے پاس پہونچی، تو دفعۃً آپ کے لڑکے ابوشحمہ نشہ مین جھومتے ہوئے آگئے، انھون نے ایک یہودی نسیکہ کے پاس شراب پی تھی، پھر مجھ کو مائل کیا، اور مجھ کو باغ مین کھینچ لے گئے، اور مجھ سے مباشرت کی، مین بیہوش ہو گئی، اور اپنے معاملہ کو اپنے چچا اور اپنے پڑوسیون سے چھپایا، یہان تک کہ

[1] تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۲۰۱۔

جب وضع حمل کا وقت آیا، تو فلان جگہ نکل گئی، اور اس بچے کو جنا، اور اس کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا، پھر اس پر مجھ کو ندامت ہوئی، اب خدا کے حکم کے مطابق میرا اور ان کا فیصلہ کیجئے، حضرت عمرؓ نے منادی کرائی، اور لوگ تیزی کے ساتھ مسجد کی طرف دوڑتے ہوئے آئے، پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے، اور فرمایا کہ جب تک مین آنہ لون یہان سے نہ جانا، پھر نکلے تو کہا کہ اے ابن عباسؓ میرے ساتھ جلدی چلو، وہ چل کر اپنے گھر مین آئے، اور دروازہ کھٹکھٹایا، اور کہا کہ یہان میرا لڑکا ابوشحمہ ہے؟ جواب ملا کہ وہ کھانا کھا رہے ہین، آپ ان کے پاس آئے اور کہا کہ صاحبزادے کھا لو، ممکن ہے کہ دنیا مین یہ تمھارا آخری کھانا ہو، ابن عباسؓ کہتے ہین کہ مین نے لڑکے کو دیکھا کہ اس کا رنگ بدل گیا، وہ کانپنے لگا، اور لقمہ اس کے ہاتھ سے گر پڑا، اب اوس سے حضرت عمرؓ نے کہا کہ مین کون ہون، اوس نے کہا آپ میرے باپ اور امیرالمومنین ہین، حضرت عمرؓ نے کہا تم پر میری اطاعت کا حق ہے یا نہین؟ اس نے کہا آپ کی دو اطاعتین فرض ہین، کیونکہ آپ میرے باپ بھی ہین، اور امیرالمومنین بھی، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے باپ کے حق سے بتاؤ، کہ تم نسیکہ یہودی کے مہمان تھے، اور وہان تم شراب پی کر مست ہوئے، بولے کہ ہان صحیح ہو لیکن مین نے توبہ کر لی، حضرت عمرؓ نے کہا کہ توبہ مسلمانون کا راس المال ہے، پھر ان سے قسم دلا کر پوچھا کہ تم بنو نجار کے باغ میں گھسے، اور وہان ایک عورت دیکھی، اور اس سے مباشرت کی، وہ خاموش ہو گئے، اور رو پڑے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ کوئی ہرج نہین، سچ کہو، کیونکہ خدا سچ کہنے والون کو دوست رکھتا ہے، بولے ایسا ضرور ہوا لیکن مین توبہ کرتا ہون، اور اس پر نادم ہون، حضرت عمرؓ نے یہ سُنا تو ان کا ہاتھ پکڑا، اور مسجد تک گھسیٹ لائے، انھون نے کہا کہ اے باپ مجھکو رسوا نہ کیجئے، تلوار لیجئے، اور مجھ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیجئے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیا تم نے خدا کا ارشاد نہین سنا، کہ زانی اور زانیہ کی سزا کے وقت مسلمانون کے ایک گروہ کو موجود رہنا چاہئے، پھر ان کو صحابہ کے سامنے گھسیٹ کر مسجد مین لائے، اور کہا کہ عورت نے سچ کہا، اور ابوشحمہ نے اس کا اقرار کیا، حضرت عمرؓ کا ایک غلام افلح نامی تھا، انھون نے اس سے کہا کہ میرے اس لڑکے کو پکڑ کر اپنے پاس لیجاؤ اور اس کو سو کوڑے مارو، اور

مارنے مین کوئی کوتاہی نہ کرو، اس نے کہا کہ مین ایسا نہ کرون گا، اور رو پڑا، بولے میری اطاعت خدا اور اس کے رسول کی اطاعت ہے، مین جو حکم دیتا ہون، اس کی تعمیل کرو، جب اس نے اُن کے کپڑے اتارے، تو لوگ چیخ مار کر رونے لگے، اور ابو شحمہ نے اپنے باپ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اے باپ مجھ پر رحم کیجئے حضرت عمرؓ نے روکر کہا کہ مین تو اس لئے کر رہا ہون، کہ خدا تجھ پر اور مجھ پر رحم کرے، پھر کہا کہ افلح مارو، اس نے حد ماری، اور وہ فریاد کرنے لگے، لیکن حضرت عمرؓ یہی کہتے رہے، کہ مارو، جب ستر کوڑے مارے جاچکے تو انھون نے کہا کہ اے باپ مجھ کو تھوڑا سا پانی پلا دیجئے، انھون نے کہا بیٹا اگر تمھارا خدا تم کو پاک کردے گا، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کو ایسا پانی پلائیں گے، کہ اس کے بعد تم کو پھر پیاس نہ لگے گی، اے غلام اس کو حد مار، اس نے حد ماری جب کوڑے کی تعداد اسی تک پہنچ گئی، تو لڑکے نے کہا کہ اے باپ "السلام علیک" حضرت عمرؓ نے کہا کہ "علیک السلام" اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا تو میرا سلام پہنچا دینا، اور کہنا کہ آپ نے عمر کو خلیفہ بنایا، وہ قرآن پڑھتا ہے، اور حدود جاری کرتا ہے، اے غلام اس کو مار، جب کوڑے کی تعداد نوے تک پہونچی، تو اس کی زبان بند ہوگئی، اور وہ کمزور ہو گیا، صحابہ نے اب کہا کہ اے عمر دیکھو کتنے کوڑے اور باقی رہ گئے، ان کو کسی دوسرے وقت کے لئے ملتوی کر دیجئے، لیکن انھون نے کہا کہ جس طرح گناہ دوسرے وقت پر ٹالا نہین جاتا، اسی طرح سزا بھی نہین ٹالی جاسکتی، شور ان کی مان تک پہونچا، تو وہ روتی پیٹتی آئین، اور کہا کہ ہر کوڑے کے بدلے مین ایک حج پیادہ پا کرون گی اور اتنے درہم خیرات دون گی، لیکن انھون نے کہا کہ حج اور صدقہ حد کے قائم مقام نہین ہو سکتے، چنانچہ انھون نے پوری حد ماری، اور آخری کوڑے پر لڑکا مر کر زمین پر گر پڑا، اب حضرت عمرؓ چیخے اور کہا کہ اے لڑکے خدا نے تجھکو گناہون سے پاک وصاف کر دیا، پھر اس کے سر کو اپنی گود مین رکھا، اور رو کر کہنے لگے، میرے بیٹے جس کو حق نے قتل کیا، .... جو حد کے نفاذ کے وقت مرگیا..... وہ جس پر اس کے باپ اور اعزہ نے رحم نہین کیا، اب لوگون نے دیکھا تو وہ دنیا کو چھوڑ چکا تھا، ہم نے اس سے زیادہ سخت دن نہین دیکھا، اور لوگ رونے اور چیخنے لگے"۔

تیسری روایت دوسری روایت سے اس باب مین مختلف ہے، اس کے مطابق زنا کی خبر ابو شحمہ خود آکر حضرت عمرؓ کی خدمت مین دیتے ہین، اور وہ چار دفعہ ان سے اقرار کرا کے حد قائم فرماتے ہین، پہلے سو کوڑے حضرت علیؓ لگاتے ہین، اور باقی حضرت عمرؓ خود پورے کرتے ہین، اس کے الفاظ یہ ہین:-

"حضرت عمرؓ کے ایک لڑکا تھا جس کا نام ابو شحمہ تھا، وہ ایک دن ان کے پاس آیا، اور کہا کہ مین نے زنا کیا ہے، مجھ پر حد جاری کیجئے، انھون نے کہا کہ تم نے زنا کیا، اس نے کہا ہان، اسی طرح چار بار کہا، پھر پوچھا کہ تم نے اس کو حرام نہین سمجھا، اس نے کہا ہان سمجھا، اب حضرت عمرؓ نے فرمایا، کہ مسلمانو! اس کو پکڑو، اس پر ابو شحمہ نے کہا کہ مسلمانو! جس نے زمانۂ جاہلیت یا زمانۂ اسلام مین زنا کیا ہے، وہ مجھ کو نہ پکڑے، اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوئے، اور اپنے بیٹے حسینؓ سے کہا تو انھون نے ان کا داہنا ہاتھ پکڑا، پھر سو کوڑے مارے، جس سے وہ بیہوش ہوگئے، پھر کہا کہ جب تم اپنے خدا کے پاس جانا، تو کہنا کہ مجھ کو اس شخص نے حد ماری ہے، جس پر تیسری حد واجب نہین کی، پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے، اور سو کوڑے مار کر حد پوری کی، اور وہ اس کے صدمے سے مرگئے، اور کہا کہ مین دنیوی سزا کو اخروی سزا پر ترجیح دیتا ہون، اب لوگون نے کہا کہ اے امیرالمومنین ہم ان کو بغیر غسل وکفن کے دفن کر دین، وہ خدا کی راہ مین مارے گئے ہین، بولے ہم اس کو غسل وکفن دے کر مسلمانون کے قبرستان مین دفن کرین گے، کیونکہ وہ خدا کی راہ مین نہین مارا گیا ہے، بلکہ حد کی وجہ سے مرگیا ہے،

اب اگر غور کیا جائے، تو ان تینون روایتون مین سے کوئی ایک ہی صحیح ہو سکتی ہے، ان تینون کو صحیح نہین مانا جاسکتا، کیونکہ تینون جگہ جرم کا ارتکاب کرنے والا ایک ہی آدمی ہے، جس کا نام ابو شحمہ عبدالرحمٰن بن عمر ہے، اور جرم کا انجام ہر ایک جگہ یہ ہے، کہ وہ حد کے ختم ہوتے ہوتے خود ختم ہوجاتا ہے، اگرچہ کمال الدین دمیری کی ایک[1] روایت کے مطابق شراب خوری مین محدود حضرت عمرؓ کا وہ لڑکا ہے، جس کا نام عبید اللہ ہے، اس طریقے پر دو روایتین صحیح ہوسکتی ہین مگر دمیری کی یہ روایت عقلاً ونقلاً غلط ہے، عقلاً تو اس لئے کہ عبید اللہ کی زندگی حضرت عمرؓ کے بعد ثابت ہے، اور وہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے لڑتے ہوے

[1] حیاۃ الحیوان صد ۲۹۱ بحث دیک،

جنگ صفین میں قتل ہوئے، اور نقلاً اس طرح کہ دمیری کی یہ روایت تاریخ و سیر کی جملہ روایتوں کے خلاف ہے، وہ خود بھی کہتے ہیں :-

والذی فی السیران المحدود فی الشراب ابنہ الاوسط ابوشحمۃ واسمہ عبدالرحمٰن وامہ ام ولد یقال لہا الصیبۃ"۲؎

سیر کی کتابوں میں ہے، کہ شراب پینے کے جرم میں حضرت عمرؓ کے منجھلے بیٹے ابو شحمہ کو سزا دی گئی، جن کا نام عبدالرحمٰن تھا، اور ان کی ماں ایک لونڈی تھیں جن کو ہیبہ کہتے تھے،

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان تینوں روایتوں میں سے کونسی صحیح یا صحت سے زیادہ قریب ہے، جسے قبول کیا جا سکے، پہلی روایت تاریخ و سیر اور قصص و حکایات کی تقریباً جملہ کتابوں میں ملتی ہے، مگر دوسری دونوں حکایتیں قصص و وعظ کی کتابوں سے آگے نہیں بڑھتیں، چنانچہ علامہ شبلی مرحوم نے بھی الفاروق میں یہی پہلی روایت بالاختصار بیان فرمائی ہے اور دوسری روایتوں کی معارف ابن قتیبہ کے حوالہ سے تغلیط بھی فرما دی، چنانچہ فرماتے ہیں :-

"ابو شحمہ کے قصہ میں واعظوں نے بڑی رنگ آمیزیاں کی ہیں، لیکن اس قدر صحیح ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو شرعی سزا دی، اور اسی صدمہ سے انھوں نے انتقال کیا، دیکھو معارف ابن قتیبہ ذکر اولاد عمرؓ"۳؎

لیکن تاریخی حیثیت سے خود اس روایت پر بھی بہت کچھ جرح و قدح ہو سکتی ہے، مولانا نے ابو شحمہ کے متعلق فرمایا، کہ اس نے شراب پی، سب سے پہلے یہی لفظ محل نظر ہے، اگرچہ طبری کی روایت اس کی مؤید ہے اور وہ ۲۱ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں :-

وفیہا غزا عبد اللہ وعبدالرحمٰن ابنا عمر وابوسروعۃ فقدموا مصر فشرب عبدالرحمٰن و

اسی سنہ میں حضرت عمرؓ کے دو لڑکے عبداللہ اور عبدالرحمٰن نے اور ابو سروعہ جہاد کی غرض سے مصر آئے،

۱؎ تاریخ خمیس ص ۱۰۶ و تاریخ سیرت عمر بن الخطاب لابن الجوزی ص ۲۳۴ ۲؎ حیوۃ الحیوان کمال الدین دمیری ص ۱۹۶ ۳؎ حاشیہ الفاروق ج ۲ ص ۲۰۰،

ابوسروعۃ الخمر وکان من امرہما ما کان۱؎"

اور عبدالرحمٰن اور ابو سروعہ نے شراب پی، اور ان کا جو حال ہوا وہ ہوا،

مگر یہ شرب الخمر کا لفظ مورخ کا اپنا ہے، ممکن ہے انھیں بھی علامہ شبلی کی طرح غلط فہمی ہوئی ہو جن روایتوں میں خود راویوں کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں، وہاں اصبنا البارحۃ شراباً وسکرنا۲؎ کے الفاظ ہیں، جن کے معنی جہاں یہ ہو سکتے ہیں، کہ ہم نے شراب پی ہے، وہاں یہ بھی ہو سکتے ہیں، کہ ہم نے نبیذ یا دوسری کوئی پینے کے قابل چیز پی ہے، کیونکہ عربی میں لفظ شراب عام معنوں میں استعمال ہوتا ہے، جو خمر اور غیر خمر دونوں کے لئے عام ہے، خمر کو بھی شراب کہتے ہیں، اور نبیذ وغیرہ کو بھی شراب کہہ سکتے ہیں، پس جو لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہو، اس سے بلا قرینہ کوئی ایک معنی نہیں مراد لئے جا سکتے، بلکہ "وسکرنا" کا خصوصیت سے ذکر اس بات پر دال ہے کہ جو چیز پی گئی ہے، وہ خمر نہیں، کیونکہ اس کا تو قلیل و کثیر حرام ہے، اور اس میں بغیر سکر کے بھی حد واجب ہے، اس قرینے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے، کہ نبیذ پی گئی تھی، اور اس خیال سے پی گئی تھی، کہ یہ مسکر نہیں، مگر پی لینے کے بعد جب اس نے نشہ پیدا کر دیا، تو سخت خلجان پیدا ہوا چنانچہ دونوں حضرات خود امیر کے پاس آئے، اور اپنی تطہیر کی خاطر حد مارنے پر اصرار کیا، حضرت عمرؓ کے صاحبزادے اور ایک بدری صحابی کے متعلق یہ بدگمانی کہ انھوں نے جان بوجھ کر شراب پی، ایک بہت بڑی جرات ہے، روایت کے سیاق سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ایک ایسی چیز پی جس کے پینے میں وہ مضائقہ نہیں سمجھتے تھے، مگر چونکہ وہ نشہ آور ثابت ہوئی، اس لئے وہ دونوں دوڑے ہوئے امیر (عمروؓ بن العاص) کے پاس آئے تاکہ ان کی تطہیر ہو جائے، عمرو بن العاصؓ کی روایت میں ہے، "فزبرتھما وطردتھما" ان الفاظ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، کہ حضرت ابن العاصؓ نے بھی شرب خمر نہیں سمجھا، بلکہ شرب نبیذ ہی سمجھا، ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ وہ حد لگانے میں پس و پیش کرتے، پھر ابن جوزی کی روایت میں یہ بھی آتا ہے، کہ عبدالرحمٰن نے جب اپنے بھائی عبداللہ بن عمرؓ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ آؤ گھر کے اندر میں تمھاری تطہیر کر دوں۳؎، مگر پھر عبدالرحمٰن نے بتایا کہ وہ امیر کو بتلا چکے ہیں، اور اب اس کی کوئی صورت نہیں، حالانکہ حضرت ابن عمرؓ فقہائے امت میں سے ہیں، اور ولیشہد عذابہما طائفۃ من المومنین

۱؎ تاریخ الامم والملوک لابن جریر الطبری جلد ۴ ص ۲۲۹ ۲؎ تاریخ و سیرت عمر بن الخطاب لابن الجوزی ص ۲۳۶ و تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۲۵۱ ۳؎ سیرت ابن الخطاب لابن الجوزی ص ۲۳۸،

پر بھی ان کی نظر تھی، وہ شارب خمر کے لئے کس طرح فرما سکتے تھے، کہ ادخل اللہ ادا طہرتہ پس اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، کہ کوئی نبیذ کی قسم کی چیز پی لی گئی، اور اس سے تھوڑا بہت نشہ ہو گیا، تو دونوں حضرات خدا کے خوف اور اپنے تقوی و تورع کے باعث اس بات کے درپے ہو گئے، کہ اسی جہان میں اس قصور کی سزا بھگت لیں، باقی رہی یہ بات کہ اگر وہ شراب نہیں تھی، اور ایک بار اس کی حد لگائی جا چکی تھی؛ تو پھر حضرت عمرؓ کو مکرر حد لگانے کی ضرورت کیوں پیش آئی، تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ حضرت عمرؓ اپنی اولاد و اقارب کے معاملہ میں بہت ہی سخت گیر واقع ہوئے تھے، کیونکہ اُن کے ساتھ ذرا سی نرمی دوسروں کی جرأت کا باعث بن سکتی تھی، تاریخ سے تھوڑا بہت مس رکھنے والے یہ جانتے ہیں، کہ انھوں نے ہمیشہ اپنے اعزہ واقربا پر دوسروں سے زیادہ سختی کی حضرت ابن عمرؓ کو باوجود استحقاق کے بھی خلافت سے محروم کر گئے، بلکہ یہاں تک فرما گئے کہ اہل شوری اس بات پر متفق بھی ہوں، تب بھی انھیں خلیفہ نہ بنایا جائے، جب کبھی کسی کام کو روکتے تو پھر سب سے پہلے اپنے گھر میں آکر اس کے متعلق سخت سے سخت تنبیہ فرماتے، اور صاف صاف کہدیتے کہ اگر تم میں سے کسی نے اس کا ارتکاب کیا تو اُسے دوگنی سزا ملے گی، خود اس واقعہ میں اپنی اولاد کے ساتھ ان کی سختی کا ثبوت ملتا ہے، ابن جوزی نے تصریح کی ہے کہ جب عبد اللہ بن عمرؓ اور عبد الرحمن بن عمر مصر میں جہاد کی غرض سے گئے تو حضرت عمرؓ نے ابن العاص امیر مصر کو صاف صاف لکھدیا کہ میرے بیٹے آرہے ہیں، خبردار ان کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک روا نہ رکھا جائے، نہ ان کے پاس کسی قسم کا کوئی تحفہ بھیجا جائے اور نہ ان کے مکان پر اُن سے ملنے کے لئے جایا جائے چنانچہ حضرت ابن العاصؓ کو جب ان حضرات کے آنے کی اطلاع ملی، تو باوجود دلی خواہش کے وہ حضرت عمرؓ کے ڈر کے مارے نہ اُن سے ملنے گئے، نہ ان کی کچھ خاطر و مدارات کی، حالانکہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اپنے علو مرتبت کی وجہ سے یقیناً اس بات کے مستحق تھے، کہ امیر ان سے عزت و تکریم سے ملتے، اور اپنے ہاں مہمان رکھتے،

بہر حال ان واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ اپنی اولاد کے معاملے میں بہت سخت گیر تھے، چنانچہ جب عبد الرحمن بن عمر مدینہ گئے تو آپ نے تنبیہاً و تادیباً انھیں مارا اور حضرت عبد الرحمن بن عوف کے اس کہنے کے باوجود کہ امیر المومنین انھیں حد لگائی جا چکی ہے، آپ ان کو مارتے رہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مار صرف تادیباً تھی، ورنہ حد لگائے جانے کے علم کے بعد آپ

ملہ تاریخ و سیرت عمر بن الخطاب صفحہ ۲۱۲،

دوبارہ حد کو لگا نہیں سکتے تھے، پھر حضرت ابن العاصؓ نے بھی اپنے خط میں بہت بڑی قسم کھا کر یہ لکھدیا تھا، کہ میں نے انھیں حد شرعی وہیں لگائی ہے، جہاں دوسرے مسلمانوں کو لگایا کرتا ہوں، اور ان کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں کی اس خط کے دیکھنے اور حضرت عبد الرحمن بن عوف کی اطلاع کے بعد بھی وہ مارتے رہے، تو وہ یقیناً حد شرعی نہیں ہو سکتی، تادیبی مار ہو سکتی ہے،

امام ابن جوزی نے بھی سیرت عمر بن الخطاب میں اس روایت کے بیان کے بعد اسی قسم کی رائے کا اظہار فرمایا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں،

قلت ولا ینبغی ان یظن بعبد الرحمن	میں کہتا ہوں کہ عبد الرحمن بن عمر کی
بن عمر انہ شرب الخمر وانما	نسبت یہ بدگمانی کرنا مناسب نہیں کہ
شرب النبیذ متأوّلا وظن	انھوں نے شراب پی، بلکہ انھوں
انّ ما شرب منہ لا یسکر	نے تاڑی پی تھی، جس کو انھوں نے
وکذلک ابو سروعۃ وابو	جائز سمجھا تھا، اور یہ خیال کیا تھا کہ
سروعۃ من اھل بدر فلما خرج	اس سے نشہ نہ ہوگا، یہی حال ابو سروعہ
بھما الامر الی السکر طلبا	کا ہے، جو اہل بدر سے تھے، لیکن جب
التطھیر بالحد وقد کان	ان کو نشہ آگیا تو انھوں نے پاک ہونے
یکفیھما مجرد الندم علی التفریط	کے لئے حد کی درخواست کی، ان کے لئے
غیر انّھما غضبا للہ سبحانہ	صرف ندامت کافی تھی، لیکن وہ خود
علی انفسھما المفرطۃ فاسلما	خدا کے لئے اپنے ظالم نفس پر غصہ ہوئے
الی اقامۃ الحد، واما کون	اور اپنے آپ کو حد جاری کرنے کے لئے
عمر اعاد الضرب علی ولدہ	پیش کر دیا، لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے
فلیس ذلک حد وانما ضربہ	لڑکے کو جو دوبارہ مارا، تو یہ حد نہ تھی
غضبًا و تادیبًا والا فالحد	بلکہ غصہ سے اور ادب دینے کے لئے انھوں
لا یکرر، وقد اخذ ھذا	نے ایسا کیا، ورنہ حد دوبارہ جاری نہیں کی
الحدیث قوم من القصاص	جاتی، اس حدیث کو قصہ گویوں کی ایک

فابدوا فیہ واعادوا	جماعت نے لیا، اور اس مین خوب رنگ آمیزیا
قتادة یجعلون ھذا الولد	کین، کبھی وہ کہتے ہین کہ اس زنا کے کوڑے لگائے
مضروبا علی شرب الخمر	کے جرم مین سزا دی گئی، اور کبھی کہتے ہین کہ
وتارة علی الزنا ویذکرون	یہ سزا زنا پر دی گئی، اور ایسی رقت انگیز
کلاما رقیقا یبکی العوام	باتین کہتے ہین جس سے عوام رو پڑتے ہین لیکن
لا یجوزان یصدر من مثل	ایسی بات حضرت عمرؓ جیسے شخص سے صادر
عمر وقد ذکرت الحدیث	نہیں ہو سکتی، مین نے اس حدیث کو اس
بطرقہ فی کتاب الموضوعات	کی روایتون کے تمام طریقون کے ساتھ
ونزھت ھذا الکتاب عنہ	کتاب الموضوعات مین بیان کر دیا ہے،
(صفحہ ۲۳۹)	اور اس کتاب کو اس سے محفوظ رکھا

اس بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ اس کہانی مین صرف اتنی باتین صحیح ہین کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عمر بن الخطاب جہاد کی غرض سے مصر گئے، وہان انھون نے اتفاقاً نبیذ پی، وہ نشہ آور ثابت ہوئی، انھون نے اپنے تقوی اور پرہیزگاری کی بنا پر حضرت عمرو بن العاص امیر مصر کو خود اطلاع دی، اور باصرار کہا کہ انھین حد شرعی سے پاک کیا جائے، عمرو بن العاص نے ایسا ہی کیا، حضرت عمرؓ کو پرچہ نویسون کے ذریعہ اطلاع ملی، کہ حضرت عمرو بن العاص نے اس معاملہ مین ان سے نرمی برتی، حالانکہ یہ بات غلط تھی، چنانچہ انھون نے عبد الرحمٰن کو حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق ان کے پاس بھیجدیا، اور خط مین بہت بڑی قسم کھا کر صاف لکھدیا، کہ مین نے، ان کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہین کیا، مگر چونکہ حضرت عمرؓ کو اپنی اولاد کی ذراسی لغزش بھی گوارا نہ تھی، بنا برین انھون نے عبد الرحمٰن کے پہنچتے ہی انھین تادیباً سزا بھی دی، اور قید بھی رکھا، حد شرعی، سفر کی کوفت، اور مکرر باپ کی سزا نے عبد الرحمٰن کو بیمار کر دیا، اور وہ چند دنون کے بعد رہگرا ے عالم بقا ہو گئے،

اس کے علاوہ جس قدر جزئیات ہین، وہ یا تو قصہ گویون کی پیدا کردہ ہین، یا راویون کی اپنی رائین ہین، دوسری روایتین اگرچہ بہت رقت آفرین اور گریہ آور سہی، مگر حضرت عمرؓ کی حقیقی عظمت اور عبد الرحمٰن بن عمرؓ کی للّٰہیت و تقوی کا اظہار جس قدر اس صحیح روایت سے ہوتا ہے، اس قدر دوسری روایت سے نہین ہوتا، دوسری روایات مین حضرت عمرؓ صرف عادل ثابت ہوتے ہین، کہ انھون نے اپنی اولاد کی رعایت بھی اقامت حد مین

مین نہ کی، مگر اس روایت سے عدالت سے زیادہ بھی کچھ ثابت ہوتا ہے، کہ انھون نے عدالت و انصاف کے بعد بھی اپنے گھر والون کو تادیبی سزائین دین تاکہ آیندہ وہ کسی لغزش کی جرأت ہی نہ کر سکین،

علامہ ابن جوزی کی تصریحات کے بعد علامہ شبلی کے الفاروق کے یہ الفاظ کہ

"ان کے بیٹے ابو شحمہ نے جب شراب پی، خود اپنے ہاتھ سے ان کو اسی کوڑے مارے، اور اسی صدمہ سے وہ بیچارے قضا کر گئے"

یقیناً قابل تصحیح ہو جاتے ہین، اور عام تاریخی روایتون پر اعتماد کی وجہ سے یہ تسامح ہو گیا، اگرچہ قدرے تسامح پر تنبہ بھی ہوا، مگر پورے طور پر علامہ مرحوم نے چھان بین نہ فرمائی، ورنہ کوئی وجہ نہین کہ وہ اس نتیجہ پر نہ پہنچے، جس پر ہم پہنچ سکے ہین[۵]، ھذا عندی واللہ اعلم وعلمہ اتم،

---

[۵] :- معارف :- آپ اس لئے پہنچ سکے، کہ سیرۃ العمرین لابن الجوزی چھپ کر آپ کے مطالعہ مین آگئی،

عزیز لکھنوی کا ایک شعر

(۱) کنگ ایڈورڈ کالج امراوتی (برار)

مخدومی السّلام علیکم

آپ کا بڑا کرم ہے کہ آپ نے میرا مضمون اسی ماہ کے شمارہ مین شائع فرما دیا، اس کے صفحہ ۴۰۱ پر عزیز کا مشہور شعر نقل ہوا ہے :-

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں مہ نے شق ہو کر لیا ہے دین کو آغوش مین

میرا خیال تھا کہ یہ خیال عزیز کو سب سے پہلے پیدا ہوا ہوگا، لیکن مخدومی قبلہ نواب صدر یار جنگ علامہ محمد حبیب الرحمن خان صاحب شروانی مدظلہٗ کا گرامی نامہ کل ملا، جس مین انھون نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ مضمون خالص کے یہان پہلے تھا، وہ گرامی نامہ ملفوف کرتا ہون، آپ مناسب سمجھین تو دسمبر ہی کے معارف میں اسے شائع فرما دین، تاکہ دوسرے حضرات کو بھی معلوم ہو سکے، کہ وہ مشہور شعر عزیز کا نتیجۂ تخیل نہین ہے، بلکہ وہ پہلے سے موجود تھا، کرم ہوگا،

والسّلام ناچیز غلام مصطفےٰ خان،

(۲) حبیب گنج علی گڈہ ۲۰ نومبر ۱۹۴۵ء

گرامی قدر سلمہ :- ابھی تمھارا مقالہ عزیز لکھنوی پر پڑھکر معارف ہاتھ سے رکھا ہے، حسب معمول خوش گفتنی و در سفتنی،

ایک عجیب اتفاق ہے عزیز کا ایک بہترین شعر فارسی شعر کا بجنسہٖ گویا ترجمہ ہے،

عزیز، معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیان مہ نے شق ہو کر لیا ہے دین کو آغوش مین

خالص، در لفظ مدینہ دیدم از معجزات عیان مہ شق شدہ گرفتہ دین را بہ میان

زندہ باش حبیب الرحمن "

استفسار و جواب

علامہ سعد اللہ خان مدار المہام شاہجہان بادشاہ

جناب مولوی سید سیاح الدین صاحب کاکاخیل
مدرسہ عزیزیہ، جامع مسجد، بھیرہ، ضلع سرگودھا

"حضرت شیخ رحمکار کاکا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرحد و افغانستان اور شمالی پنجاب مین ایک نہایت مشہور بزرگ گذرے ہین، زیارت کاکا صاحب ضلع پشاور مین ان کا مزار ہے، ۱۰۶۳ھ مین انھون نے وفات پائی، ان کے احوال و مناقب مین جو پشتو اور فارسی زبان مین تذکرے لکھے گئے ہین، ان سب مین یہ واقعہ لکھا ہوا ہے، کہ نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم شاہجہان، پنجاب کا ایک غریب شخص تھا، حضرت شیخ رحمکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین جا کر حاضر ہوا، اور اپنی ارادت ظاہر کرکے دنیاوی ترقیات کے لئے دعا کی طلب کی چنانچہ انھون نے دعا فرمائی، اور اس کی برکت سے تدریجاً وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہوا، پس کیا عہد شاہجہانی کی مستند تاریخون مین بھی اس قسم کا کوئی واقعہ کہین درج ہے؟ اور نواب سعد اللہ خان کے حالات مفصل طور سے کس کتاب مین مل سکتے ہین "-

معارف :- سعد اللہ خان سے آپ کی مراد علامہ سعد اللہ ہین، ان کا مولد و منشاء لاہور ہے، ان کا تذکرہ عہد شاہجہانی کی تاریخون بادشاہ نامہ، عمل صالح وغیرہ مین تفصیل سے ملے گا، نیز ہندوستان کی دوسری تاریخون مین بھی جن مین دور شاہجہانی کے حالات ہین ان کا ذکر موجود ہے، یہ اتفاق کی بات ہے کہ شاہنواز خان کی مآثر الامراء مین شیخ ابوالفضل کی طرح ان کے سوانح حیات بھی درج نہ ہو سکے، میر غلام علی آزاد نے اس کمی کا تذکرہ مآثر الامراء کے دیباچہ مین کیا ہے (مآثر الامراء ج ۱ ص ۱۳) لیکن علامہ سعد اللہ شاہجہانی عہد کے ایسے ممتاز اکابر مین تھے، کہ ان کے حالات گرچہ تذکرۂ رجال مین نہ آسکے، مگر ہندوستان کی عام تاریخون مین امتیاز کے ساتھ موجود ہین، ذیل مین بادشاہ نامہ سے ان کے حالات کا اجمالی خلاصہ پیش ہے،

علامہ سعد اللہ، شاہجہانی عہد کے ممتاز علماء مین سے تھے، شاہجہانی عہد کی تاریخون مین طبقۂ علماء

مین ان کا نام سر فہرست رکھا گیا ہے، بادشاہ نامۂ عبد الحمید لاہوری مین ہے :-

"علامۃ الوریٰ فہامۃ العصر سعد اللہ خان باستیفار فنون علوم معقولہ و منقولہ و استقصاے صنوف دانش و حفظ قرآن مجید و جودت قریحت و اضاءت ذہن و اصابت فکر و فرط معلومات و فصاحت زبان و حسن تقریر قصب السبق از دانشوران روزگار ربودہ و بیامن انظار خاقانی و برکات توجہات جہانبانی بہ منصب عالیہ فائز گشتہ، بپایۂ والاے وزارت کل رسیدہ است و شرح احوال آن عالی مرتبت و ارتقا بمراتب دولت در طی وقائع سال چہارم از دوم دور جلوس عالم آرا نگاشتہ آمد" (ج ۲ ص ۵۴)

ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت لاہور میں ہوئی، بچپن مین قرآن مجید حفظ کیا، اور عقلی و نقلی علوم مین دستگاہ حاصل کی، مطالعہ وسیع تھا، اور تقریر و تحریر مین مہارت رکھتے تھے، اور اپنے وقت کے ممتاز خطیب اور انشا پرداز سمجھے جاتے تھے، یہ صحیح ہے کہ انھون نے حیرت انگیز طور پر چند سال کے اندر ترقی کی اور بلند سے بلند منصب و عہدہ پر فائز ہوئے،

شاہجہان اُن کے فضل و کمال کا شہرہ سُن کر ان کا گرویدہ ہوا، موسوی خان کو ان کے حاضر دربار کرنے کا حکم دیا، چنانچہ یوم یکشنبہ ماہ رمضان المبارک ۱۰۵۰ھ کو شاہجہانی دربار مین پیش ہوئے، شاہجہان اُن سے غیر معمولی توجہ و التفات سے پیش آیا، خلعت خاصہ سے نوازا، اور ایک سال کے اندر منصب ہزاری ذات و دو صد سوار اور خطاب خانی سے سرفراز کیا، اور دستخانہ خاص کی داروغگی کے منصب پر مامور کیا، اس طرح ان کا سلسلہ شاہی محل سے وابستہ ہو گیا، (بادشاہ نامۂ ملا عبد الحمید لاہوری ج ۲ ص ۲۲۰)

اس کے بعد ان کے مناصب مین یوماً فیوماً ترقی ہوتی گئی، چنانچہ ۱۰۵۳ھ میں ان کے منصب مین پانصدی صد سوار کا اضافہ ہوا، اس طرح ان کا منصب ہزار و پانصدی سہ صد سوار قرار پایا، اور حلقۂ خاصہ سے ایک فیل مرحمت کیا گیا، (بادشاہ نامہ جلد ۲ ص ۳۳۶)

پھر اسی سال ماہ رمضان مین منصب دو ہزاری و پانصد سوار عطا ہوا، اور خدمت میر سامانی تفویض ہوئی (ص ۳۸۴) پھر ۱۰۵۴ھ مین منصب دو ہزار و پانصدی ششصد سوار عطا ہوا (ص ۳۹۵) پھر چند ماہ کے بعد منصب سہ ہزاری ششصد سوار قرار پایا، (ص ۴۰۵) پھر طویلۂ خاص سے طلا کار ساز سے مزین گھوڑا عطا ہوا، (ص ۴۱۴) اس کے بعد ۱۰۵۵ھ میں منصب سہ ہزار ہشت صد سوار پر پہنچے، (ص ۴۲۳) پھر اسی سال عنایت خاص سے ایک ہاتھی عطا کیا گیا (ص ۴۲۵) اور خالصہ شریفہ کی دیوانی

اور فرامین کے مضامین کی تسوید کی خدمت سپرد ہوئی، (ص ۴۴۳) پھر اسی سال ماہ رجب مین منصب پنج ہزاری ذات و ہزار و پانصد سوار سے ممتاز ہو کر عہدۂ وزارت کل "مدار المہامی" پر مامور کئے گئے، اور قلمدان وزارت کے ساتھ غیر معمولی خلعت فاخرہ سے سرفراز کئے گئے، (ص ۴۴۳) پھر منصب پنج ہزاری ذات و دو ہزار سوار و علم و نقارہ سے سرفراز کئے گئے، (ص ۴۷۱) پھر شش ہزاری بنائے گئے (ص ۴۹۹) پھر ۱۰۵۶ھ مین منصب شش ہزاری سہ ہزار سوار سے ممتاز کئے گئے، (ص ۵۰۵) اس کے بعد بھی جلد سے جلد ترقی کرنے کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا، یہاں تک کہ ۱۰۶۵ھ مین منصب ہفت ہزاری و ہفت ہزار سوار پر سرفراز کر دیے گئے،

(ص ۹، ۶، ۸، ۷)

اس طرح یہ صرف ۸ سال کے اندر حصولِ منصب کے بعد ہفت ہزاری تک پہنچ گئے، یہ صحیح ہے کہ ایسی ترقی کی مثالین مغلیہ عہد کی تاریخ مین کم مل سکین گی، اگرچہ شاہجہانی عہد کی تاریخون مین حضرت شیخ رحمکار کا کا صاحب رحمۃ اللہ سے دعائین لینے کا وہ واقعہ میری نظر سے کہین نہین گذرا جس کا تذکرہ آپ نے کیا ہے، مگر یہ واقعہ ہے، کہ انھون نے غیر معمولی دنیاوی ترقی کی، اور اپنی ترقی کے مدارج کو خلاف معمول غیر معمولی عجلت سے طے کیا، اس لئے اگر اس واقعہ کا سبب کسی درویش کامل کی نظر توجہ کو قرار دیا جائے تو یہ کوئی مستبعد بات نہین ہے، ایسے واقعات پیش آیا کرتے ہین،

شاہجہان کو ان پر اس قدر اعتماد تھا کہ وہ کوئی کام ان کے مشورہ کے بغیر نہ کرتا تھا۔ ان کے دور وزارت کے کارنامے اور مختلف مکاتیب و فرامین کے تذکرے، شاہجہانی عہد کی تاریخون مین موجود ہین، ان سے ان کی اعلیٰ استعداد اور ملکی نظم و نسق کے خوبی سے انجام دینے کا اندازہ ہوتا ہے،

علامہ سعد اللہ ۱۰۶۶ھ مین فالج مین مبتلا ہوے، شاہجہان خود بار بار ان کی عیادت کے لئے جاتا تھا، چند ماہ کی علالت کے بعد اسی سال انھون نے وفات پائی، وفات کے بعد ان کے بڑے لڑکے لطف اللہ کو منصب ہفت صدی صد سوار اور دوسرے لڑکون کو دیگر مناصب و وظائف سے سرفراز کیا گیا، علامہ سعد اللہ کو ملک کے ہر طبقہ مین ہر دلعزیزی حاصل تھی، ان کی وفات پر عام ماتم کیا گیا، کہ اس دور کی اس اہم شخصیت نے صرف چند سال مین اعلیٰ سے اعلیٰ منصب و عہدہ پر فائز ہو کر سلطنت اور رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے بہترین خدمات انجام دیئے تھے، اللہ تعالیٰ ان کی لغزشون کو در گذر فرمائے، اور انعامات اُخروی سے بھی سرفراز فرمائے،

"س"

جامع الرموز اور اس کے مصنف

جناب میان علاء الدین صاحب بی اے بی ٹی
این۔ اے۔ بیس ہائی اسکول، بوریوالا، ضلع ملتان

"مجھے اپنے والد صاحب کے کتب خانہ سے عربی زبان میں فقہ کی ایک کتاب کا ایک قلمی نسخہ ملا ہے، کتاب کا نام شرح مولانا شمس الدین محمد قہستانی بر مختصر وقایہ المسمّی جامع الرموز ہے، کتاب آٹھ سو صفحون پر مشتمل ہے، اور ہر صفحہ پر ستائیس سطرین ہین، کتاب کی آخری سطر مین کتابت کی تاریخ مندرجۂ ذیل لکھی ہے،

"سنة احدى واربعين وتسعمائة من الهجرة النبوية على صاحبها افضل السلام"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب ۹۴۱ھ کی لکھی ہوئی ہے، لکھائی نہایت ہی خوشخط اور دیدہ زیب ہے،

میرے ذی علم احباب نے مجھے مشورہ دیا ہے، کہ مین اس کتاب کے بارے مین آپ کی طرف رجوع کرون، لہذا ملتمس ہون کہ آپ مجھے جواب دینے کی تکلیف گوارا فرمائین اور اس تصنیف اور اس کے مصنف کے حالات، روشنی مین لائین، نیز مطلع کرین کہ یہ کتاب چھپ چکی ہے یا نہین"

معارف:۔ گرامی نامہ ملا، جامع الرموز فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب ہے، یہ مختصر وقایہ کی شرح ہے جس پر علمائے احناف صدیون سے اعتماد رکھتے ہین، اس کے مصنف علامہ شمس الدین محمد خراسانی قہستانی بخارا و ما وراء النہر کے مشاہیر علمائے وقت مین گذرے ہین، وہ اس کی تصنیف سے ۹۴۱ھ مین فارغ ہوئے اس لئے اگر آپ کے مملوکہ نسخہ پر سنہ کتابت ۹۴۱ھ درج ہے، تو اس کے معنی یہ ہین، کہ یہ اسی سال کا نسخہ ہے جس سال یہ کتاب تصنیف ہوئی، اس حیثیت سے آپ کے نسخہ کو ایک ندرت حاصل ہے، لیکن مصنف کا انتساب آپ کے نسخہ مین قہستانی سے ظاہر کیا گیا ہے، یہ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، ان کی نسبت "قوہستانی" یا "قہستانی" ہے، قوہستان جنوبی خراسان کے ایک سلسلۂ کوہ کا نام ہے،

جامع الرموز کا قدیم تر مطبوعہ نسخہ جو میرے علم مین ہے، وہ مطبع مصطفائی دہلی کا ہے جو ۱۲۸۲ھ میں

دہلی سے شائع ہوا اور ۱۳۱۲ھ مین تاذان سے یہ کتاب تین جلدون مین مع شرح و حواشی شائع ہوئی ہے، مصنف کا سال وفات ۹۶۲ھ یا بروایت ۹۵۰ھ ہے،

والسلام "م"

ملا موہن بہاری

جناب سید حسن امام صاحب
حسینی منزل، گیا،

"ملا موہن بہاری کے حالات مطلوب ہین،"

معارف:۔ ملا موہن بہاری کا اسم گرامی محی الدین اور لقب موہن بہاری تھا، یہ قصبہ بہار شریف ضلع پٹنہ مین پیدا ہوئے، اور یہین انھون نے نشو و نما پائی، یہان ان کے والد ملا عبد اللہ بہاری کا مدرسہ قائم تھا، ۵ سال کی عمر مین کلام اللہ حفظ کیا، پھر اپنے والد محترم سے علوم کی تحصیل شروع کی، اور ۱۸ سال کی عمر مین فارغ التحصیل ہوئے اس کے بعد کچھ دنون اپنے وطن مین درس و افادہ کی خدمت پر مامور رہے، پھر دلی کی راہ لی، اور شاہجہان کی خدمت مین باریاب ہوئے، اور شاہزادہ محمد اورنگ زیب کی تعلیم کی خدمت ان کے سپرد کی گئی، اور اس تعلق سے دلی مین اقامت اختیار کر لی، پھر تصوف کی طرف طبع کا میلان ہوا، حضرت شیخ وجیہ الدین گجراتی کے نبیرہ حضرت شاہ حیدرؒ سے بیعت کی، اور وطن واپس جاکر ریاضت و مجاہدہ اور مسلمانون کی روحانی پیشوائی اور اصلاح و تزکیہ مین عمر گذار دی، ۸۸ سال کی عمر مین ۱۱۱۱ھ مین بہار شریف مین وفات پائی، اور یہین تدفین عمل مین آئی،

ملا موہن بہاری کے سوانح ماثر الکرام (جلد اص ۲۴۴) مین مندرج ہین لیکن کسی اور تذکرہ مین ان کا ذکر نظر نہین آیا، یہ استفسار و جواب معارف مین شائع کر دیتا ہون، ناظرین مین سے اگر کسی کی نظر سے ان کا ذکر کسی تذکرہ مین گذرا ہوگا، تو وہ ہمین یا آپ کو مطلع کر سکین گے،

"والسلام" "م"

لغاتِ جدیدہ

چار ہزار جدید عربی الفاظ کے لغات کا مجموعہ، مع ضمیمہ مولانا مسعود عالم ندوی، قیمت: عہ

"منیجر"

وفیات

مولانا شبلی مرحوم فقیہ ندوۃ العلماء

اعظم گڈھ کی سرزمین سے تین شبلی پیدا ہوئے اور اتفاق سے تینوں کسی نہ کسی حیثیت سے ندوہ سے وابستہ رہے ایک نے وہاں تعلیم و تربیت پائی، اور شبلی متکلم کے خطاب سے مشہور ہوئے، اس وقت مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے مہتمم اور صدر مدرس ہیں، دوسرے اس کے معتمد تعلیم بلکہ روح رواں تھے، جن کو دنیا علامہ شبلی کے نام سے جانتی ہے، تیسرے مولانا شبلی فقیہ ندوہ تھے، جنھون نے نہ وہاں تعلیم پائی اور نہ کسی خاص شہرت کے مالک ہوئے، مگر ندوہ اور ندویوں کو ان کی ذات سے ان کے دوسرے ہمنام بزرگون سے کم فائدہ نہین پہنچا، ندوہ کے ابتدائی چند سالون کے علاوہ اس کی پچاس سالہ زندگی کے ہر دور مین یہ ہمارے مولانا شبلی نظر آئین گے، اس دور کا کوئی ایسا ندوی نہین ہے جو ان کا شاگرد نہین، اور ان کے سامنے اس نے زانوے تلمذ تہ نہین کیا،

ولادت اور تعلیم و تربیت | غالباً ۱۲۸۳ھ میں ضلع اعظم گڈھ کے ایک گاؤن جیراجپور مین پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم کے بعد عربی کی تحصیل کے لئے فرنگی محل لکھنؤ اور پھر مدرسہ عالیہ رامپور گئے، وہان کئی برس رہ کر تعلیم کی تکمیل کی،

مولانا اپنے قیام رامپور کا قصہ اکثر بیان کرتے تھے، فرماتے تھے کہ دو ڈھائی روپیہ ماہانہ کل خرچ ہوتا تھا، جس مین دونون وقت کھانا کھاتا تھا، ۲ر چراغ کے تیل پر خرچ ہوتا تھا، اور ۲ر دھوبی صابون وغیرہ اور ۲ر حجامت وغیرہ پر،

تکمیل تعلیم کے بعد ہی مولانا مدرسہ چشمۂ رحمت غازیپور مین صرف ونحو کے مدرس مقرر ہوئے،

ندوہ مین آمد | علامہ شبلی نعمانی مرحوم مردم شناس بھی تھے، ایک مرتبہ اتفاق سے غازیپور گئے ہوئے تھے، چشمۂ رحمت مین بھی جانے کا اتفاق ہوا، اور مولانا شبلی کا انداز تدریس دیکھ کر ان کو آمادہ کرکے اپنے ساتھ ندوہ لے آئے،

غالباً مولانا ۱۹۰۶ء مین ندوہ آئے، اور ۴۰ برس تک مسلسل ندوہ کی خدمت کرتے رہے، پچھلے سال فالج کا حملہ ہوا، اس سے وہ درس و تدریس سے تقریباً معذور ہوگئے، اور کچھ دنون کے بعد دارالعلوم ہمیشہ کے لئے اُن کے فیوض و برکات سے محروم ہوگیا، اور اسی مرض مین گذشتہ ۱۰ رمضان المبارک کو اپنے وطن میں انتقال کیا،

مولانا مین چند خصوصیتین ایسی تھین، کہ ہر شخص اُن سے مانوس ہو جاتا تھا،

اتباع سنت | مذہبی زندگی مین وہ اکابر علماے خیر کی صف مین ممتاز تھے، عقائد، عبادات کے علاوہ اخلاق ومعاملات اور معاشرت مین بھی سنن و مستحبات کا اہتمام رکھتے تھے، چنانچہ پوری زندگی پاجامہ کے بجاے تہبند کا استعمال رکھا، اپنا سارا کام اپنے ہاتھ سے کرتے، اور طلبہ سے کام لینا پسند نہین کرتے تھے، بکریان پالتے تھے اور ان کی جملہ ضروریات اپنے ہاتھون سے پوری کرتے، جب وہ چلنے پھرنے سے معذور ہوگئے، تو بادل ناخواستہ بکریان پالنا چھوڑ دین،

تواضع و اخلاق | نہایت خلیق، متواضع اور خوش مزاج تھے، کبھی کسی استاد یا طالب علم کو اُن سے شکایت نہین پیدا ہوئی، اور انھون نے اپنی چالیس سالہ زندگی مین بھی کسی کو کوئی نقصان نہین پہنچایا، راستہ میں ہر چھوٹے بڑے کو بلا تفریق سلام کرنے مین سبقت کرتے، مولانا حیدر حسن خان صاحب سابق شیخ الحدیث جب مکان تشریف لیجاتے، تو مولانا ہی کو اپنا قائم مقام بناتے، مگر مولانا غایت تواضع مین کبھی ان کی کرسی پر نہین بیٹھتے بلکہ دوسری جگہ بیٹھ کر فرائض متعلقہ انجام دیتے،

سادگی | مولانا نے ہمیشہ سادہ اور یکسان لباس پہنا، گرمیون مین تہبند، کرتا اور دوپلی ٹوپی، اور جاڑون مین ایک دگلا اور تہبند کے نیچے ایک روئی دار پائجامہ ایک خاص قسم کی چپل جو شاید انھی کے لئے خاص طور سے بنوائی جاتی تھی، جسے دیکھ کر صحابہ کی تسمہ دار چپل کی یاد آجاتی تھی، شاید اس کا التزام بھی اتباع سنت ہی کے ذوق کے ماتحت رہا ہو، عصا بھی ہمیشہ ساتھ رکھا کرتے تھے،

دارالعلوم ندوہ کی زیارت کے لئے دنیا کے تقریباً ہر گوشہ کے مشاہیر آئے، ندوہ کے بیسیون ماہانہ وسالانہ جلسے ہوئے، اور سیکڑون دعوتین ہوئین، مگر مولانا ان تمام مجلسون تقریبون اور دعوتون مین اسی سادگی کے ساتھ شریک ہوئے، کبھی کوئی خاص اہتمام نہین کیا،

درس و تدریس اور مطالعہ | مولانا کا درس بہت ہی دلنشین اور دلچسپ ہوتا تھا، اثناے درس مین دو ایک خوش کن قصے ایسے ضرور سناتے جس سے طلبہ ان کے درس سے اکتاتے نہیں تھے، درس کی تقریر اتنی سلجھی اور دلنشین ہوتی

کہ پیچیدہ سے پیچیدہ بحث کو کم فہم طلبہ بھی آسانی سے سمجھ لیتے، کوئی طالب علم اگر کوئی سوال کرتا، تو بہت خوش ہوتے، اور خندہ پیشانی سے اس کا جواب دیتے، بغیر مطالعہ کے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھاتے تھے، فرماتے تھے کہ بغیر مطالعہ کے میزان کا پڑھانا بھی حرام اور دیانت کے خلاف ہے، اخر عمر میں بینائی کمزور ہو گئی تھی، اور مطالعہ سے تقریباً معذور ہو گئے تھے، تو جس جماعت کو پڑھانا ہوتا، اس جماعت کے کسی ہوشیار طالب علم کو بلا لیتے، اور کتاب مع حواشی و شروح پڑھوا کر سن لیتے، یہ ان کی خاص خصوصیت تھی، حافظہ بھی نہایت اچھا تھا، فرماتے تھے کہ شرح وقایہ اولین کا اکثر و بیشتر حصہ زبانی سنا سکتا ہوں، طلبہ اور اساتذہ کو فقہی یا علمی مسائل کی تحقیق کرنی ہوتی، تو فقہی مسائل میں مولانا کی طرف رجوع کرتے تھے، اور علمی مسائل میں حضرت شاہ حلیم عطا شیخ الحدیث مدظلہ کی طرف، مولانا ہر فن کی کتاب بے تکلف پڑھا لیتے، مگر فقہ سے خاص لگاؤ تھا، ندوہ میں جب تک رہے فقیہ اول رہے، خلافیات حدیث پر بھی پوری نظر تھی، مگر اس میں غلو نہیں تھا، اور متکلمانہ و مناظرانہ طرز کے بجائے محدثانہ طرز سے پڑھاتے تھے،

دارالاقامہ کی نگرانی | مولانا کی زندگی کا یہ سب سے بڑا کارنامہ ہے، کہ وہ چالیس برس تک دارالاقامہ کی نگرانی کے فرائض انجام دیتے رہے، اس طویل مدت میں سیکڑوں لڑکوں نے ان کے ہاتھوں سے مار کھائی، اور سزائیں پائیں، مگر اس کے باوجود کبھی کسی طالب علم کو ان سے کوئی شکایت نہیں پیدا ہوئی، شکایت نہ ہونے کی بڑی وجہ یہ تھی، کہ وہ جذبۂ انتقام یا تذلیل کے لئے کبھی کسی کو کچھ نہیں کہتے تھے، اور اگر سزا بھی دیتے، تو اس میں پدرانہ شفقت کارفرما ہوتی تھی،

مولانا نے کچھ دنوں تک چھوٹے بچوں کی نگرانی بھی کی، ان کے ساتھ ان کا سلوک بالکل مادرانہ ہوتا تھا، جب کبھی کوئی بچہ بستر پر پیشاب کر دیتا تھا، تو خود اپنے ہاتھوں سے بستر دھوتے، اور ان کے کھانے کپڑے اوڑھنے پہننے، اور کھیلنے کودنے کا پورا خیال رکھتے تھے،

میں سنہ ۱۹۱۳ء میں ندوہ گیا، اس وقت مولانا شبلی دارالاقامہ کے جو بڑے لڑکوں کے لئے مخصوص ہے نگران تھے، مولانا کا معمول تھا کہ فجر کی نماز کے وقت پورے بورڈنگ کا ایک چکر لگاتے، مگر اس سے پہلے اپنی چارپائی سے ہر کمرہ کے اس لڑکے کا نام لے لیکر آواز دیتے، جو نماز میں زیادہ سست ہوتا، اس پیرانہ سالی میں بھی مولانا کی آواز میں کسی قسم کا ضعف نہیں آیا تھا، پھر مولانا اپنی چارپائی سے اٹھتے، مولانا کی چپل کی آواز کے ساتھ ہی سارے طلبہ اپنے اپنے کمرہ سے باہر ہو جاتے، بعض لڑکے یہ شرارت کرتے، کہ چارپائی کے نیچے

گھس جاتے، اس لئے مولانا کبھی کبھی چارپائی کے نیچے ڈنڈے کے ذریعہ سے جائزہ لیتے، اگر کوئی لڑکا ڈنڈے کی زد میں آجاتا، تو پھر ان کی خیر نہیں تھی،

اسٹرائک | ندوہ میں لڑکوں نے کئی مرتبہ اسٹرائک کی، دو تین مرتبہ خود میرے سامنے ہوئی، لڑکے اپنے جائز مطالبات منوانے کے لئے جب اڑ جاتے، اور کوئی صورت مصالحت کی باقی نہ رہ جاتی، تو مولانا درمیان میں پڑ کر صلح و مصالحت کرا دیتے، بڑے سے بڑا انقلابی لڑکا بھی ان کے سامنے پہنچ کر بیحد معتدل بن جاتا تھا،

کھانے کا ذوق | مولانا کھانا کھلانے کے طبعاً بڑے شائق اور فیاض تھے، بغیر گوشت کے کھانا پسند نہیں کرتے تھے، بقرعید کے دنوں میں ہمہ وقت مولانا کی انگیٹھی گرم رہتی تھی، خود اپنے ہاتھ سے گوشت پکاتے اور طلبہ و اساتذہ کو کھلاتے، مولانا عبد السلام صاحب ندوی جب لکھنؤ جاتے، تو ان کی بڑی پُرتکلف دعوت کرتے تھے، جس میں مرغ اور کباب خصوصیت سے ضرور کھلاتے،

افسوس ہے کہ ایسی فیض بخش و بابرکت ذات سے ندوہ ہمیشہ کے لئے محروم ہو گیا،

ادم نج ..

ادبیات

انقلاب

از مولانا مولوی حکیم عبد اللہ رشید نواب کی، رشد خطیب جامع مسجد رنگون برما

اے سوارِ جادۂ امکان روحِ انقلاب
اے سریرآرائے ملک کن فکان گردون رکاب

تیرے جلوون نے کیا ذرون کو رشکِ آفتاب
ورنہ اک ظلمت کدہ تھا یہ جہانِ خاک و آب

جلوہ گر تیرے لئے ہین آفتاب و ماہتاب
ہے ترے ہی واسطے یہ روز و شب کا انقلاب

عطر بیزی ہے تری تو ہے گلستان کا شباب
تیری خوشبو سے معطر ہے چمن کا ہر گلاب

تیری ہستی بن گئی ہے کیون حقیقت کا حجاب
آخرش کب تک رہے گا بوالہوس یون مست خواب

مسلمِ خفتہ گران خوابی ہے تیری یہ عذاب
اٹھ بپا کر زندگی مین اپنی عالم انقلاب

عقل ہی کی روشنی سے نعمتون کو ہے فروغ
خود خدا نے بھی کیا ہے عقل والون سے خطاب

زنگ کھا جاتی ہین جب عقلین تو آتا ہے زوال
آئینہ جس طرح کھو دیتا ہے اپنی آب و تاب

قوتین سب سلب کر دیتا ہے عقلون کا جمود
بے حسی قومون پہ چھا جاتی ہے بن کر اک عذاب

اک تعطل سا ہوا کرتا ہے طاری قوم پر
پست ہو جاتی ہے ہمت موت کا کھلتا ہے باب

یون زمین ہموار ہوتی ہے غلامی کے لئے
آسمان سے اس طرح آتا ہے قومون پہ عذاب

چوستا ہے دیو استعمار ان کا خون سرخ
سینچ کر اس سے چمن اپنا اگاتا ہے گلاب

تنگ ہو جاتا ہے محکومون پہ میدان بقا
سر پہ منڈلاتا ہے جب یہ موت کا خونین عقاب

باعثِ بربادیٔ ملت ہے دونون کا وفاق
دولت سرمایہ دار و اقتدار ناصواب

نشۂ دولت نہ ہو کیون نشۂ مے سے فزون
شیر افگن ہے حقیقت مین یہ دولت کی شراب

اک کسوٹی ہے غرض یہ آدمیت کے لئے
اس سے ہوتے ہین ہنر و عیب دونون بے نقاب

بت تو پتھر کے ہین بے حس بے گنہ بے اختیار
ان بتان سیم و زر کی سرکشی کا کیا جواب

ایک بت ہے ان کے سینے مین جسے کہتے ہین دل
یہ تراشوا تا رہا ہے بخت نئے نئے بت بے حساب

جن مین کچھ اصنام ہین نو زائیدۂ عصرِ جدید
نسل و قومیت وطن تہذیبِ نو کا انتخاب

بن گئی جن کی بدولت یہ زمین رشکِ جنان
وہ رہین محروم حیف اے زندگیِ ناصواب

فرش ہی جن کا زمین اور آسمان جن کا لحاف
جن کی آہون مین شرر روحون مین جنکی التہاب

آدمیت خون روتی ہو بپا ہے ایک حشر
آدمی خود بن گیا ہے آدمیت کا حجاب

حشر برپا کر رہا ہے ظالمون کا ظلم و جور
دے قیامت ہی کے کون اب اس قیامت کا جواب

خونِ ناحق رنگ لائے گا بشکل انتقام
غیرتِ حق جوش مین آکر الٹ دیگی نقاب

قطرے بن جائین گے طوفان خیز موجین آخرش
ذرے کر دین گے بپا خود ہی کے آندھی انقلاب

اس کمندِ زر نے تا کا ہے حصارِ خانقاہ
زد مین ہے اب اس کی زہد زاہدِ نعمت مآب

کس سے شکوہ کیجئے جب خضر بہکانے لگے
جب مسیحا دشمنِ جان ہو تو ہو کس پر عتاب

کس سے کیجئے اب تمنائے دوائے دردِ دل
جب دوائے دردِ دل ہو خود ہی وجہ اضطراب

محتسب ہو خود ہی جب رسوائے بزمِ نانے
کیون نہ لوٹین رند دل کر دخترِ رز کا شباب

جشن ہے اب میکدون مین بتکدون کی عید ہے
محتسب نے توڑ ڈالا خود ہی بندِ احتساب

وائے بر حالِ جنونِ مبتلائے دامِ زر
عقل و دین علم و ہنر پر پڑ گیا آخر حجاب

ہوشیار اے طائر سدرہ نشین ہان ہوشیار
دامِ تزویرِ خداوندانِ نعمت ہے سراب

ذرہ ذرہ مین ہے پنہان ایک دنیائے عمل
خواب سمجھا ہے جسے تو ہے وہی تعبیرِ خواب

جس کو کہتے ہین سکون ہے نام وہ بھی موت کا
زندگی کہتے ہین جس کو ہے سراپا اضطراب

بارہا الٹی ہے تو نے یہ بساطِ نارد نے
تھا ترے قبضہ مین جب تقدیر کا چنگ و رباب

یعنی جب تقدیر تھی شرمندۂ علم و عمل
تھی تری تدبیر اور شمشیر دونون لاجواب

قوتِ تسخیر ہے تیری رگِ جان کا خمیر
کر اسے عقل و ہنر علم و عمل سے بے نقاب

الحذر تقلیدِ مغرب سے، تیری منزل ہو عرش
جس جگہ پہنچا نہین مغرب کا اب تک آفتاب

مادیت جس کا کعبہ اور زر جس کا خدا
بن گئی تہذیب جس کی جس کے حق مین خود عذاب

جس کی عریانی سے عریانی کو بھی اک ننگ ہو
جس کو عریانی سمجھتے تھے وہ تھی گویا حجاب

ملتِ بیضا کے داعی مردِ میدانِ جہاد
بت شکن تیرا لقب باطل شکن تیرا خطاب

چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات ہے
چلتی پھرتی چھاؤن ہے باطل کا یہ دورِ شباب

مقصدِ توحید ہے، توحیدِ اقوام و ملل
باعثِ تفریق ہے نسل و وطن کا انتخاب

متحد ہو گر تو ہے باطل شکن مومن کا عزم
کثرتِ باطل ہے گردابِ فنا کا اک حباب

اس طلسمِ آذری کا توڑ دے یکسر فریب
پھر غنا کو فقر کا کر ہم عنان و ہم رکاب

تیرا دستور العمل ہے سیرتِ پاکِ رسول
تیرا آئینِ جہاں بانی ترے رب کی کتاب

زندہ کر پھر رسمِ بوبکر و عمر عثمان علی
پھر بپا کر اس جہانِ کفر مین اک انقلاب

مبدعِ کون و مکان کا مظہرِ ایجاد بن
بن کے پھر مضرابِ سازِ دہر کو کر نغمہ تاب

ہو گر اس اسلوب سے مسلم سر آرائے بزم
گل مین غنچون مین چمن مین عود کر آئے شباب

صنم خانۂ پندار

از جناب اسد ملتانی

یہ باتین ہو رہی تھین منچلون کی ایک مجلس مین
کہ اب طاقِ تغافل پر خیالِ بیش و کم رکھدین

کرین گی ہم دلی پیدا نہ تقریرین نہ تحریرین
مناسب ہے زبانین بند کر دین اور قلم رکھدین

نہین جب زور کا موقع تو ہے مصلحت یہ ہے
اُٹھا لین آشتی کا جام اور تیغِ دو دم رکھدین

ہمارے ملک مین جب ہے سبھی کچھ دین پر مبنی
تو آؤ اک عبادت گاہ کی بنیاد ہم رکھدین

چنین اس کی عمارت مشرق و مغرب کے سامان سے
کہین سنگِ عرب رکھدین کہین خشتِ عجم رکھدین

اسے مرکز بنا دین ہر جماعت ہر قبیلے کا
پرستش کے لئے سب کے خداؤن کے صنم رکھدین

غرض مندون کو ہاتھ آجائیگا عذرِ قدم بوسی
بتون کے پاؤن مین سرمایۂ جاہ و حشم رکھدین

مسلمان بت نہ پوجین گے سوا ان کے واسطے بھی ہم
صنم خانے کے اندر ایک چھوٹا سا حرم رکھدین

کرین اس خوشنما مندر مین ایسی دلکشی پیدا
ہمارے ہو رہین اک بار جو اس مین قدم رکھدین

اسد کے کان تک پہنچے یہ منصوبے تو وہ بولا
جو ممکن ہو تو بے شک نور و ظلمت کو بہم رکھدین

۱؎ خالق،

مطبوعات جدیدہ

شبلی کا مرتبہ اردو ادب مین

از جناب عبداللطیف صاحب اعظمی، بی اے جامعہ، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۲۰۰ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت بہتر، قیمت ۱۲؎ ،
پتہ :- شبلی اکاڈمی قرولباغ دہلی،

اردو زبان کے عناصر خمسہ، سر سید، آزاد، نذیر احمد، حالی اور شبلی مین مولانا شبلی مرحوم کی حیثیتین اور ان کی علمی و ادبی خدمات گوناگون ہین، لائق اور ہونہار مصنف نے اس مقالہ مین جو انھون نے امتحان بی اے کے لئے لکھا تھا مولانا مرحوم کے علمی و ادبی درجہ کو دکھایا ہے، یہ مقالہ تین حصون مین تقسیم ہے، پہلے حصہ مین مولانا شبلی کے پیش رو چار دن محسنین اردو کی خدمات پر مختصر تبصرہ ہے، دوسرے مین مولانا مرحوم کی تصانیف نثر، اور تیسرے مین ان کی شاعری پر کسی قدر تفصیلی بحث کر کے دوسرے محسنین اردو کے مقابلہ مین ان کی علمی و ادبی خدمات کی وسعت اور ان کی امتیازی خصوصیات دکھائی ہین، علامۂ مرحوم تنہا مصنف ہی نہ تھے، بلکہ اس مین وہ معلم و مجتہد کی حیثیت رکھتے تھے، ان کی تصانیف کا مقصد مسلمانون کی گذشتہ عظمت، ان کے کارنامون اور ان کی قومی خودی کا احیاء، اسلام اور مسلمانون پر مغرب کے اعتراضات کا جواب، اور تصنیف مین تلاش و تحقیق کے نئے اسلوبون کی تعلیم اور اس قبیل کے دوسرے بلند مقاصد تھے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ بحثین بی اے کی سطح سے اونچی اور مقالہ کے موضوع سے خارج بھی ہین، تاہم ان کی تصانیف پر تبصرہ کے ضمن مین ان کی امتیازی خصوصیات کا ذکر آگیا ہے، جس سے ان کی تصنیفی انفرادیت، تنوع، جامعیت اور اجتہادی حیثیتون کا اندازہ ہو جاتا ہے، شاعری پر تبصرہ کا حصہ بہت اچھا ہے، اس سے ان کے سیاسی خیالات کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے، مجموعی حیثیت سے مقالہ قابلِ قدر اور بی اے کے امتحان کی سطح سے اونچا ہے، مقالہ کے شروع مین آل احمد سرور صاحب کے قلم سے سر سید کے دور کی مسلمانون کی سیاست، اس کے اسباب اور علامہ شبلی مرحوم کے ترقی پسند خیالات پر نہایت متوازن اور صحیح تبصرہ ہے،

ہندوستان کی آبادی از ڈاکٹر انور اقبال قریشی تقطیع اوسط ضخامت ۳۰۰ صفحے، کاغذ، کتابت، وطباعت بہتر، قیمت، مجلد عہ، پتہ :- ادارۂ معاشیات، فاطمہ منزل، حمایت نگر، حیدر آباد دکن،

آج دنیا کا کوئی ایسا ملک نہیں ہے، جو اپنی تمام ضروریات خود پیدا اور اپنی پوری آبادی کے لئے وسائل معاش مہیا کر سکتا ہو، حتی کہ وہ صنعتی ممالک بھی جن کا دنیا کی تجارتی منڈیوں پر قبضہ ہے، خام مال، غذا اور بعض دوسری چیزون مین جن کی پیداوار ان کے یہان کم ہے، دوسرے ملکون کے محتاج ہین، اور صنعتی کارخانون کی کثرت کے باوجود ان کے باشندون کی خاصی تعداد بے کار رہتی ہے، موجودہ تمدن نے زندگی کا معیار اتنا بلند کر دیا ہے، اور ایک متمدن ملک کی ضروریات اتنی وسیع ہوگئی ہین، کہ ہر ملک کے لئے کثرت آبادی کا مسئلہ نہایت اہم ہوگیا ہے، ہندوستان جیسے وسیع اور نادار ملک کے لئے یہ مسئلہ اور بھی زیادہ اہم ہے، اس کتاب مین اسی مشکل مسئلہ کا حل پیش کیا گیا ہے، اور آبادی کی تحدید کے مختلف قدیم و جدید نظریون مختلف ملکون کے معاشی وسائل، ان کی آبادی کے اعداد و شمار، ہندوستان کی آبادی، اس کے معاشی حالات، اس کی آبادی کی ضروریات وغیرہ، ان تمام پہلوؤن پر جن کا تعلق معاشیات سے ہے، مفصل بحث کر کے ہندوستان کی کثرت آبادی اور اس کے لئے آیندہ وسائل معاش کی فراہمی کا خاکہ پیش کیا گیا ہے، یہ کتاب خالص فنی ہے، جن لوگون کو اس قسم کے مسائل سے دلچسپی ہو، ان کے مطالعہ کے لائق ہے،

حقیقتِ نفاق از جناب مولوی صدر الدین صاحب اصلاحی تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۴۰ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت بہتر، قیمت عہ، پتہ محصول ڈاک ۳ر پتہ :- اقبال اکاڈیمی ظفر منزل تاجپورہ، لاہور،

اس کتاب مین آیاتِ قرآنی سے نفاق کی حقیقت، منافقین کے اقسام، نفاق کی علامتین اور منافقین کے بارہ مین اسلام کے دنیوی اور اُخروی احکام بیان کئے گئے ہین، اور اس کا مصداق اس زمانہ کے بے عمل اور متساہل مسلمانون کو بتایا گیا ہے، درحقیقت وہ نفاق جس کا ذکر کلام مجید مین ہے، خلافت راشدہ کے زمانہ مین ختم ہوگیا، یا زیادہ سے زیادہ اس زمانہ تک، جب تک مسلمانون مین حکومت اور ان مین حرارت دینی باقی رہی، کہ بعض غیر مسلم جاہ و منصب کے حصول یا مسلمانون مین فتنہ انگیزی کے لئے اپنے کو اسلام کے لباس مین ظاہر کرنے پر مجبور تھے، جس کی مثالین ابتدائی عباسی دور تک ملتی ہین، لیکن اس آزادی کے زمانہ مین جب کہ گناہ کبیرہ ثواب سے آج کی سند حاصل ہے، نفاق کی ضرورت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے، عمل مین سستی کے لئے فسق

کی شرعی اصطلاح موجود ہے، البتہ جزوی اور مجازی طور سے بے عمل پر منافق کا اطلاق ہوسکتا ہے، نفاق کفر و شرک سے بھی زیادہ مکروہ ہے، اس کے اطلاق مین بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، البتہ ان نام نہاد مسلمانون کو منافق کہہ سکتے ہین جن کو اسلامی عقائد سے کوئی علاقہ نہین، اور وہ محض نام سے فائدہ اٹھانے کے لئے اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے ہین، تاہم یہ کتاب فائدہ سے خالی نہین ہے،

قرآن اور پیغمبر صلعم از مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی تقطیع چھوٹی ضخامت ۴۰ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت بہتر، قیمت ۴ر علاوہ محصول ڈاک، پتہ :- ادارۂ دعوت الحق، نارائن گوڑہ، حیدر آباد دکن،

دوسری قومون اور امتون کی دینی گمراہیون کا ایک بڑا سبب اپنے پیغمبرون اور صلحاء و اخیار کی حیثیت کے متعلق ان کے عقیدہ کی افراط و تفریط ہے، بعضون نے ان کو اتنا بڑھایا، کہ الوہیت کا درجہ دیدیا، بعضون نے اتنا گھٹایا، کہ عام انسانون کی سطح سے بھی نیچے گرا دیا، لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت خود کلام مجید نے واضح کر دی ہے، جس کے بعد اس بارہ مین کسی گمراہی کا امکان باقی نہین رہ جاتا، مولانا ابو الاعلیٰ مودودی نے ترجمان القرآن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآنی حیثیت پر ایک مضمون لکھا تھا، اس مین پیغمبرون کی حیثیت کے متعلق ان کی امتون کی افراط و تفریط کو دکھا کر آیات قرآنی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت، نبوت، فرائض و اختیارات وغیرہ مختلف حیثیتون کی تشریح کی تھی، جس سے آپ کی صحیح حیثیت متعین ہو جاتی ہے، ادارہ دعوت الحق نے اس مضمون کو افادۂ عام کے لئے کتابی صورت مین شائع کر دیا ہے،

حبیب خدا از جناب الیاس احمد خان صاحب مجیبی تقطیع چھوٹی ضخامت ۴۰، صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت بہتر، قیمت ۸ر، پتہ بچون کا بک ڈپو، کلان محل، دہلی،

بچون کے مطالعہ کی مذہبی کتابون کی تالیف مین مصنف کی شہرت محتاجِ تعارف نہین، ان کے نام کے ساتھ ہی "مصنف الصبیان" کا تصور ذہن مین آجاتا ہے، اس سلسلہ مین انھون نے سیرت نبوی پر متعدد چھوٹی چھوٹی کتابین لکھی ہین، حبیبِ خدا اس سلسلہ کا تازہ تبرک ہے، اس مین سوانح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اخلاق و شمائل کے سبق آموز واقعات سہل و سادہ زبان اور دلنشین انداز مین لکھے ہین، واقعات سب مستند ہین، کتاب کے آخر مین اکتالیس حدیثون کا ترجمہ دیدیا ہے، یہ گویا اردو کی چہل حدیث ہے، یہ کتاب نہ صرف بچون بلکہ معمولی پڑھے لکھے لوگون کے بھی مطالعہ کے لائق ہے،

اسرارِ حیات از جناب ایشور اٹو پاڈی فل جامعہ عثمانیہ تقطیع بڑی ضخامت ۱۱۰ صفحے کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت مرقوم نہین، پتہ تلنگو اکیڈمی حیدرآباد،

ویما جوگی جنوبی ہند کا حکیم و صوفی شاعر تھا، تلنگی زبان مین اس کی شاعری کو وہی حیثیت حاصل ہے جو ہندی مین کبیر کے کلام کی ہے، اس کی اخلاقی تعلیمات بھی کبیر کی تعلیمات سے بہت مشابہ، اور دونون ایک ہی کے چراغ دو پر تو معلوم ہوتے ہین، دونون کا زمانہ بھی قریب ہی قریب تھا، ویما کا زمانہ پندرھوین صدی عیسوی ہے، اور کبیر کا بھی اسی کے قریب قریب ہے، ویما کے کلام کا انگریزی ترجمہ بھی ہو چکا ہے، جناب ایشور اٹو پانے اسرارِ حیات کے نام سے اردو مین ترجمہ کیا ہے، ترجمہ خصوصاً اشعار کے ترجمہ مین اصل زبان کی خوبی باقی نہین رہتی، لیکن اصل خیالات پر اس کا اثر نہین پڑتا، چنانچہ یہ ترجمہ ویما کے حکیمانہ خیالات کا پورا ترجمان ہے، جن لوگون کو اس قسم کی حکیمانہ شاعری اور حکیمانہ خیالات سے دلچسپی ہو، ان کے مطالعہ کے لائق ہے،

سنگ و خشت از جناب کنھیالال کپور تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۹۰ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت مجلد عہ ر پتہ مکتبہ جدید لاہور،

مصنف دورِ جدید کے مشہور افسانہ نگار ہین، سنگ و خشت ان کے سولہ افسانون کا مجموعہ ہے خیالات کی ندرت و جدت کے ساتھ طنز و مزاح کی لطیف آمیزش مصنف کی خصوصیت ہے، جو ان تمام افسانون مین موجود ہے، سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ افسانے ترقی پسند ادیبون کی بے اعتدالیون سے پاک ہین، بلکہ ان مین دورِ جدید کی نام نہاد جدتون اور خامیون پر نہایت لطیف انداز مین تنقید کی گئی ہے، زبان سلیس و اندازِ بیان دلکش ہے،

گورستان از جناب احسان بن دانش تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۰۰ صفحے کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت مجلد عہ ر پتہ مکتبہ دانش نرنگ لاہور،

مصنف نے اپنی والدہ مرحومہ کی وفات پر دلی تاثر سے یہ نظم لکھی ہے، اس لئے نہایت موثر ہے اس مین درد و الم بے ثباتیِ دنیا انسانی بے بسی و بے چارگی موت و فنا وغیرہ عبرت و بصیرت کے ان تمام جذبات کی تصویرین ہین جو ایسے حوادث کے وقت انسانی قلب پر طاری ہوتے ہین، نظم کے شروع مین متعدد اصحابِ علم کے قلم سے نظم کے مختلف پہلوؤن پر تبصرے ہین،

"م"

کی قدیم تاریخی کتابون مین مرتب طور پر ہندوستانی مسلمانون کے تعلیمی حالات اور ان کے مدرسون اور تعلیم گاہون کا حال معلوم کرنا چاہین تو نہین مل سکتا مولوی ابوالحسنات مرحوم نے نہایت تلاش و تحقیق کے بعد ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہون پر ایک مقالہ لکھا تھا، جس کو اہلِ نظر نے بے حد پسند کیا، اب دار المصنفین نے اسی مقالہ کو کتابی صورت مین نہایت اہتمام سے شائع کیا ہے،

ضخامت ۱۴۴ صفحے، قیمت : ۱۲ ر

مختصر تاریخ ہند، ہمارے اسکولون مین جو تاریخین پڑھائی جاتی ہین، ان کا لب و لہجہ دلآزاری اور تعصب سے خالی نہین ہوتا، اس وجہ سے ہندوستان کی مختلف قومون مین تعصب اور بغض و عناد پیدا ہو جاتا ہے، مولانا سید ابوظفر صاحب ندوی نے یہ تاریخ مدرسون اور طالب علمون کے لئے اس غرض سے لکھی ہے کہ اس کا طرزِ بیان قومی جذبات سے متاثر نہ ہو، اور ہندو اور مسلمان فرمان رواؤن نے ہندوستان کے بنانے مین جو کام کئے ہین، وہ طالب علمون کو بلا تفریق مذہب و ملت معلوم ہو جائین،

ضخامت ۲۰۰ صفحے، قیمت : عہ ر

اس کتاب کو گورنمنٹ بہار نے اپنے سرکاری مدرسون مین جاری کیا ہے، اور حکومت یوپی نے اس کے ۵۰۰ نسخے سرکاری لائبریریون کے لئے خریدے ہین،

تاریخ اسلام، حصہ اوّل، (از آغاز اسلام تا حضرت حسن رضی اللہ عنہ) اس کتاب مین عرب قبل از اسلام کے حالات، اور ظہورِ اسلام سے لیکر خلافت راشدہ کے اختتام تک کی اسلام کی مذہبی سیاسی اور تمدنی تاریخ ہے، مرتبہ شاہ معین الدین احمد ندوی،

حجم ۳۸۶ صفحے، قیمت : سے ر

تاریخ اسلام، حصہ دوم، (بنی اُمیہ) اردو مین اسلامی تاریخ پر کوئی ایسی جامع کتاب موجود نہین تھی، جس مین تیرہ سَو سال کی تمام اہم اور قابلِ ذکر اسلامی حکومتون کی سیاسی، علمی اور تمدنی تاریخ کی تفصیل ہو، اس لئے دار المصنفین نے تاریخِ اسلام کا پورا سلسلہ مرتب کرایا ہے، اس حصہ مین اموی حکومت کی صد سالہ سیاسی، علمی اور تمدنی تاریخ کی تفصیل ہے، ضخامت ۴۷۴ صفحے، قیمت : سے ر

تاریخ اسلام، حصہ سوم (خلافت عباسیہ) یعنی ابوالعباس سفاح ۱۳۲ھ/۷۵۰ء سے ابو اسحٰق متقی للہ ۳۳۳ھ/۹۴۴ء تک دو صدیوں کی سیاسی تاریخ، ضخامت : ۴۷۴ صفحے، قیمت : للعہ ر مرتبہ شاہ معین الدین احمد ندوی،

دولت عثمانیہ حصہ اوّل (مرتبہ مولوی محمد عزیز صاحب ایم اے رفیق دار المصنفین) یہ مسلمانون کی زندہ حکومت ترکی کے عروج و زوال اور جمہوریہ ترکی کی مفصل تاریخ ہے، پہلے حصہ مین عثمانِ اوّل سے مصطفےٰ رابع تک پانچ صدیون کے مفصل حالات ہین، اردو مین اب تک ترکی حکومت کی اس سے زیادہ مبسوط اور مستند تاریخ نہین لکھی گئی، حجم ۴۹۰، قیمت : سے ر

دولت عثمانیہ حصہ دوم، سلطنت عثمانیہ کے عروج و زوال کی تاریخ اور اس کے نظامی اور تمدنی کارنامون کی تفصیل، از محمود ثانی ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء تا جنگ عظیم ۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹ء، قیمت ۱ صر حجم ۴۰۸ صفحے،